رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ
مارچ ۱۹۹۴ء

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

تحریکِ تحفّظِ ختمِ نبوّت (۵۳ء) میں ہزاروں جوانانِ گُل گوں قبا، سرخپوشانِ راہِ بقا اور سرمستانِ عہد و فا کی قربانی و شہادت صلح حدیبیہ کی مثل ہے۔ میں تو زندہ نہیں رہوں گا مگر تم دیکھو گے کہ شہیدوں کا خُون بے گناہی رنگ لا کر رہے گا میں نے اِس تحریک میں مُسلمانوں کے دِلوں میں ایک ٹائم بم رکھ دیا ہے جو وقت آنے پر ضرور پھٹے گا اور اس کی تباہی سے مرزائیت کو کوئی نہیں بچا سکے گا۔

امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بُخاری رحمۃ اللہ علیہ

(۱۹۵۴ء)

عید سندیسہ

※ ---- اے ہم نفسو!

※ ---- حکومتِ الٰہیہ کی مقدس منزل کے راہیو!

※ ---- ہم سفرو! السلام علیکم

اس دینِ حق کا شجر تب گھنی چھاؤں لایا جب عظمتِ آدم رحمتِ عالم ﷺ کے دندانِ گرامی اور چہرہ انور کا خونِ حق اس اصلِ حق میں جذب ہو گیا۔

※ ---- تب دین کی عمارت مکمل ہوئی جب مکہ کے تیرا سال کے دکھ، بدر و احد، احزاب و غطفان اور حنین و تبوک میں پروردگانِ رسالت کے پوتر گوشت، خون اور عظام عرش مقام اس کی بنیادوں میں ڈالے گئے۔

※ ---- اے نوردانِ وادیٔ حق و صداقت

کبھی نہ بھولنا کہ قبولیت و اجابت کا درِ حق اس وقت تک نہیں کھلے گا جب تک احرارِ حق والے، دین کے متوالے، مجاہدہ و ریاضت اور قربانی و ایثار کی آزمائش میں پورے نہیں اترتے

جہاں ہم ہیں وہاں دار و رسن کی آزمائش ہے۔

سید عطاء المحسن بخاری

ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام پاکستان

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ مارچ ۱۹۹۴ء جلد ۵ شمارہ ۳ قیمت فی پرچہ =/۱۰ روپے

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہٗ

حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہٗ

مجلس ادارت

رئیس التحریر: سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسئول: سید محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلہٗ

حکیم محمود احمد ظفر مدظلہٗ

ذوالکفل بخاری ۔ قمر الحسنین

خادم حسین ۔ ابوسفیان تائب

محمد عمر فاروق ۔ عبداللطیف خالد

سید خالد مسعود گیلانی

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک =/۱۰۰ روپے ● بیرون ملک =/۱۰۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ

دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان۔ فون: ۵۱۱۹۶۱

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّة (شعبہ تبلیغ) مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل نو پرنٹرز مقامِ اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

آئینہ

اداریہ:	دل کی بات	مدیر	۳
دین و دانش:	فلسفۂ روزہ	مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ	۶
خطاب:	اسلام میں عورت کا مقام	ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری	۱۳
تہذیب نسواں:	عورت تاریخ کے آئینے میں	شبانہ علی صبا	۲۰
بازگشت:	عورت کی حکمرانی	مولانا عتیق الرحمن سنبھلی	۲۱
سیرت:	رسول اللہ ﷺ کی عید	شاہ بلیغ الدین	۲۳
حسنِ انتخاب:	حق کی راہ میں فنا ہوجانے کا ناقابلِ فنا عشق	سید ذوالکفل بخاری	۲۸
کتابِ حکمت:	عہد تابعین میں کتابت حدیث	پروفیسر سید محمد شمس الدین	۳۴
تحقیق و تنقید:	ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا	ڈاکٹر سبطین لکھنوی	۳۷
شاعری:	بیادِ امیر المؤمنین سیدنا معاویہؓ	سید ابو معاویہ ابوذر بخاری	۵۵
	یہ ماہ منور جسے کہتے ہیں رمضاں	سید عطاء المحسن بخاری	۵۶
احوالِ سیاست:	پنجاب میں وٹو حکومت کی	حبیب اللہ شیخ	۵۷
	قادیانی افسروں کو مراعات		۵۹
نظامِ حکومت:	جمہوریت یا شورائیت؟	عبدالرحمن جامی	۶۱
رپورٹ:	سندھ میں قادیانیوں کا اجتماع	عبدالتواب شیخ	

دل کی بات بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکومت مرزائیوں کو نتھ ڈالے

۳۱ مارچ اور یکم اپریل ۱۹۹۴ کو مسجد احرار ربوہ میں سولہویں سالانہ شہداء ختم نبوت کانفرس منعقد ہو رہی ہے۔ یوں تو کانفرس کا عنوان ہی اپنا تعارف آپ ہے مگر عصر حاضر کے کافرانہ جمہوری رویوں نے نئی نسل کو اپنے مسلنوں سے بہت دور کردیا ہے۔ وہ نہیں جانتی کہ شہداء ختم نبوت کون تھے؟ وہ کیوں، کب، اور کن درندوں کے ہاتھوں شہید ہوئے؟ ہاں نئی نسل کے کانوں یہ آواز مسلسل پڑتی ہے کہ یہ چند جنونی اور انتہا پسند مولوی تھے جنھوں نے پاکستان کا امن برباد کردیا۔ اور ملک پہلے مارشل لاء سے ہمکنار ہوا۔ یہ ہذیان بکنے والے وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو دانشور، صحافی، کالم نگار، ادیب، شاعر اور نہ جانے کیا کچھ سمجھتے ہیں جن کی اپنی حیثیت، اوقات اور زندگی کے مقاصد چند سکوں کی جھنکار تک محدود ہے۔ وہ دولت اور سستی شہرت کے حصول کے لئے اپنی عزت بھی نیلام کردیتے ہیں بلکہ نیلام کر رہے ہیں۔ بس یہی فرق ہے ایک سچے مسلمان اور جدید دور کے نام نہاد ترقی پسند، دانشور اور صحافی میں۔۔۔

مسلمان مناسب کچھ عقیدہ پر قربان کرتا ہے اور جدید جمہوری جانور ہر ہر قدم پر عقیدہ بیچتا اور مفادات سمیٹتا ہے۔ یہ عجیب سم کی نسل۔ ہے ملک میں مارشل لاء ہو یا جمہوریت یہ حکومت اور مفادات کا سایہ ہو جاتی ہے۔ اگر "اہل قلم کانفرس" میں ہنہناتی دکھائی دیتی ہے۔ تو جمہوری میلہ میں بھی چنگھاڑتی نظر آتی ہے۔ مگر تنقید اس طائفہ مقدسہ پر کرتی ہے جس کے بہادر سپوتوں نے ہر عہد کے فرعونوں، نمرودوں اور قیصر و کسری کے خلاف اعلان بغاوت کیا۔ شیطانی نظام کے مقابلے میں مزاحمت کاراستہ اختیار کیا۔ عقیدہ، ایمان، سنت، اسوہ حسنہ اور دینی تہذیب و اقدار کو بچانے کے لئے خم ٹھونک کر کھڑے ہو گئے پھر اسی راستے میں جان نثار ہو گئے۔ شہداء ختم نبوت کا یہ مقدس قافلہ جنگ یمامہ کے شہداء صحابہ کرامؓ کی صدائے بازگشت اور نقش پا ہے۔ جب تک دنیا قائم ہے یہ قافلہ حق و صداقت رواں دواں رہے گا۔

مجلس احرار اسلام نے ۱۹۳۴ء میں ملت اسلامیہ کے غداروں قادیانیوں کے سیاسی اور عوامی محاسبے کا آغاز ان کی جنم بھومی قادیان سے کیا تھا اور آج ان کے دوسرے پڑاؤ ربوہ میں بھی اس جہاد کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ احرار جگرداروں نے نہ صرف قادیانیوں کے خلاف جہاد کیا بلکہ اس شجر خبیثہ کے بانی انگریز اور اس کے ظالمانہ اقتدار کے لئے بھی چیلنج بن گئے۔ تقسیم ہند سے پہلے قادیانی انگریز کی چھتری کے نیچے جمع رہے اور تقسیم کے بعد پاکستان میں مسلم لیگ کے سایۂ عاطفت میں پروان چڑھنے لگے۔ مجلس احرار اسلام نے ہی اس نازک مرحلے پر ملک اور قوم کی بروقت رہنمائی کی۔ اکابر احرار نے ۱۹۴۸ء سے ۵۲ تک مسلسل محنت کے بعد پوری قوم کو متحد کر کے ۱۹۵۳ء میں تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت برپا کردی۔ پھر کیا ہوا..... مسلم لیگ کے ہلاکوؤں اور چنگیزوں نے جنرل اعظم خان ملعون کے ذریعے دس ہزار مسلمانوں کو تحفظِ ناموس رسالت کے جرم میں شہید کردیا...... لیکن شہداء کا قافلہ بڑھتا رہا اور ۷۴ء میں پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا......

۴۷ سے ۹۳ تک کا سفر جہاں مشکلات سے بھر پور ہے وہاں ان کا دامن کامیابیوں سے بھی معمور ہے۔ امتناع قادیانیت آرڈی نینس ایک بڑی کامیابی تھی جس سے خوفزدہ ہو کر مرزا طاہر ملک سے فرار ہو گیا۔ ظاہر ہے یہ کامیابی بھی بڑی قربانیوں کا ثمرہ ہے۔ اب کہ ۱۹۹۴ء کا تیسرا مہینہ ہے اور پاکستانی قوم "نیو سوشل کنٹریکٹ" کے بلیک ہول میں داخل ہو چکی ہے۔ سادہ لفظوں میں "نئے سماجی و عمرانی معاہدے" کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے نام پر کفر اور تہذیب و ثقافت کے نام پر بے حیائی و فحاشی کا فروغ..... رواداری، لبرل ازم اور برداشت کی منافقانہ اصطلاحوں کی آڑ میں صریحاً بے غیرتی اور دیوثی کا درس دینا ہے۔ اور فرد لامحدود جمہوری آزادی کا تصور دے کر برہنہ سوسائٹی تشکیل دینا ہے۔ انہی جمہوری آزادیوں کے تحت قادیانی پھر سے سر ابھار رہے ہیں۔ گزشتہ دو ماہ میں ان کی سرگرمیاں انتہائی قابل گرفت ہیں۔ مثلاً ضلع لاڑکانہ کی ایک بستی کی مسجد میں مسلمانوں پر بحالت نماز میں حملہ، سندھ میں صوبائی سطح پر اجتماع عام میں مسلمانوں کے خلاف دھمکی آمیز گفتگو، مرزا قادیانی آنجہانی کی پیشگوئیوں کے نام پر جشن کا انعقاد، مسلمانوں میں ارتداد کی تبلیغ، مرزا قادیانی کو نبی ماننے کی عام تلقین، کفریہ لٹریچر کی اشاعت اور مسلمانوں میں اس تقسیم، آئین سے مکمل بغاوت اور آرڈی نینسوں کا کھلا مذاق..... یہ سب کچھ دو وجوہ کی بناء پر ہی ہو سکتا ہے۔

(۱) قادیانیوں کے ان اقدامات کو حکومت کی سرپرستی اور ہلہ شیری حاصل ہے۔

(۲) حکومت قادیانیوں کے سامنے بے بس ہو چکی ہے۔

ہمارے نزدیک پہلی بات سو فیصد درست ہے۔

قادیانی موجودہ حکومت کے مخالف نہیں زبردست حمایتی ہیں۔ اور وہ ہر جگہ علی الاعلان حکومت کے حق میں رطب اللسان ہیں۔ بے نظیر زرداری صاحبہ ۴۷ء میں اپنے والد ماجد کے دور میں ہونے والے فیصلے کا ازالہ ضیاء الحق مرحوم کے امتناع قادیانیت آرڈی نینس کے خاتمے کی صورت میں کرنا چاہتی ہیں۔ اس سلسلہ میں آئین کی دفعات ۲۹۵ اور ۲۹۸ سی کو منسوخ کرنے کی سازش بھی ہو رہی ہے۔ موجودہ حکومت اپنی مخالف کسی بھی قوت کے سامنے بے بس نہیں وہ اپنے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو دبانے اور ہر قدم کو روکنے کے لئے تمام قومی وسائل بے دریغ صرف کر رہی ہے۔

ان شواہد کی موجودگی میں ہم یہ کہتے ہیں کہ حکومت قادیانیوں کی سرپرستی کر رہی ہے۔ جس کے نتیجہ میں قادیانی اور دیگر تمام دین دشمن قوتیں طاغوتی نظام جمہوریت کے زیر سایہ پروان چڑھ رہی ہیں۔

ان اقدامات کے رد عمل میں پاکستان کے غیور مسلمان شدید مضطرب ہیں۔ پتوکی میں مسلمانوں نے احتجاجی مظاہرہ کیا اور قادیانی جشن الٹ دیا۔ اسی قسم کا رد عمل ملک کے دوسرے شہروں میں بھی ہوا۔ اس حوالے سے ربوہ پاکستان کا حساس ترین شہر ہے۔ اور قادیانی ذریۃ البغایا کا گڑھ ہے۔ گزشتہ دنوں وہاں کے غیرت مند مسلمانوں نے ابن شریعت حضرت سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کی قیادت میں قادیانیوں کی ان اشتعال انگیز اور خلاف اسلام سرگرمیوں کے خلاف زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا اور ایوان محمود کے سامنے حضرت شاہ جی نے مسلمانوں کے ایک جم غفیر سے خطاب کرتے ہوئے حکومت کو انتباہ کیا کہ وہ قادیانیوں کو نتھ ڈالے ورنہ حالات کوئی دوسرا رخ بھی اختیار کر سکتے ہیں۔ مقامی انتظامیہ نے مسلمانوں کے احتجاج پر مرزا طاہر اور دیگر سرکردہ قادیانیوں

کے خلاف مقدمہ تو درج کر لیا ہے مگر ابھی تک کوئی مؤثر کارروائی عمل میں نہیں آئی۔ ہم ان سطور کے ذریعے حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ہوش کے ناخن لے اور قادیانیوں کی ملک دشمن سرگرمیوں کا فوری نوٹس لے۔ ان کے تمام اخبارات و جرائد فوراً ضبط کرے، ضیاء الاسلام پریس سربمہر کرے اور ان تمام ذمہ دار قادیانیوں کو گرفتار کر کے ان کے خلاف ملکی آئین سے بغاوت کے الزام میں مقدمہ چلائے۔

صوبہ سرحد میں جمہوریت کا ننگا ناچ

مثل مشہور ہے جنگل میں مور ناچا کس نے دیکھا، مگر صاحبو یہاں معاملہ بالکل الٹ ہے۔ سرحد اسمبلی میں جمہوریت ننگی ناچی اور ساری دنیا نے دیکھی۔ بے نظیر زرداری صاحبہ نے اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے صوبائی حکومت کو چلتا کیا، اسمبلیاں معطل کر کے گورنر راج نافذ کر دیا گیا۔ صدر مملکت کی "غیر جانبداری" بھی عریاں ہو کر داد وصول کر رہی ہے۔ اس اقدام سے بہرحال ملک کی وحدت کو نقصان ہی ہوگا اور اس کے ذمہ دار موجودہ حکمران اور سیاست دان ٹھہریں گے۔

انہی صفحات میں ہم بارہا اپنے دل کی بات کہہ چکے ہیں اور مکرر عرض کرتے ہیں کہ یہ اعمال خبیثہ کافرانہ جمہوری نظام کا خاصہ ہیں جمہوریت دنیا کا غیر مستحکم، ناپائیدار اور ناکام ترین نظام ہے۔ اس وقت یہ نظام عالمی سطح پر ہچکیاں لے رہا ہے۔ اور اس کا دم واپسیں ہے۔ جو مسلمان اس کے دام تزویر میں الجھے ہوئے ہیں وہ نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہیں اسی جرم کی پاداشت میں دہشت گرد کہا جا رہا ہے۔ ہماری مذہبی جماعتیں اور علماء کرام گزشتہ چالیس برسوں سے جمہوریت کی نوبت بجا رہے ہیں اور نوبت بایں جا رسید کہ سوائے ذلت و رسوائی کے ان کے حصے میں کچھ نہ آیا۔ قوم کے اہل بصیرت افراد ملک کے مختلف گوشوں میں فکرمند ہیں اور مستقبل میں دینی قوتوں کے سیاسی کردار پر غور میں مصروف ہیں۔ ہم اپنے سیاست دان علماء کرام کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ وہ اس نازک موقع کو ضائع مت کریں قیادت سنبھالیں اور عالمی کفریہ نظام جمہوریت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ اسلامی انقلاب کے قیام کے لئے قوم اب بھی ان کا ساتھ دے گی اور سابقہ جمہوری غلطیوں کو معاف کر دے گی۔

افغان ہائی جیکروں کا قتل

پشاور سکول کے بچوں کی بس ہائی جیک کر کے اسلام آباد پہنچنے والے تین افغان ہائی جیکر کمانڈوز آپریشن میں ہلاک کر دئے گئے۔ حالانکہ اکثر بچے رہا کرائے جا چکے تھے اور باقی آپریشن بھی انہیں ہلاک کئے بغیر مکمل ہو سکتا تھا۔ اس واقعہ نے بہت سے شکوک و شبہات کو جنم دیا ہے۔ اور ملکی و غیر ملکی ذرائع ابلاغ میں اس پر بحث بھی ہو رہی ہے۔ ہائی جیکر کون تھے؟ ان کے کیا مقاصد تھے؟ کیا انہیں پاک افغان تعلقات میں نفرت پیدا کرنے کے لئے سازش کی بھینٹ چڑھایا گیا ہے؟ یہ سوالات ہر ذمہ دار شہری کی زبان پر ہیں۔ کابل میں پاکستان کے خلاف عوامی مظاہرہ اور پشاور میں افغان مہاجرین پر سختیاں اس سازش کا نتیجہ معلوم ہوتی ہیں اور شبہات کو تقویت ملتی ہے۔ علاوہ ازیں آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جنرل ریٹائرڈ حمید گل کی وزیر اعظم سے حالیہ ملاقات اور افغان مجاہدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی درخواست۔ اور وزیر اعظم کو افغانستان کے اصل حالات سے بے خبر رکھنے کا انکشاف بھی ہمارے شکوک کو یقینی بناتا ہے۔ ارباب حکومت اس واقعہ کے اصل حقائق کو چھپا رہے ہیں۔ جس کے اثرات ملکی سیاست پر بہرحال منفی ہوں گے۔

دین و دانش

فلسفۂ روزہ

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفےٰ

قولہ تعالیٰ: یاء یّھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصّیامُ کما کتب علی الذین من قبلکم • (القرآن)

ترجمہ: اے ایمان والو تم پر روزہ ایسا ہی فرض کیا گیا ہے جس طرح پہلے لوگوں پر فرض تھا۔

قولہ تعالیٰ:۔ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس وبینٰت من الھدی والفرقان• فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ• ومن کان مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر• یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر• ولتکملواالعدۃ ولتکبرو اللہ علی ماھداکم ولعلکم تشکرون۔

ترجمہ:۔ مہینہ رمضان کا ہے۔ جس میں نازل ہوا قرآن، ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور دلیلیں روشن راہ پانے کی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی۔ سو جو کوئی پاوے۔ تم میں سے اس مہینے کو تو ضرور روزے رکھے اس کے۔ اور جو کوئی ہو بیمار یا مسافر تو اس کو گنتی پوری کرنی چاہیے۔ اور دنوں سے اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر دشواری۔ اور اس واسطے کہ تم پوری کرو گنتی اور تا کہ بڑائی کرو اللہ کی اس بات پر کہ تم کو ہدایت کی اور تا کہ تم احسان مانو۔

قرآن حکیم کی سالگرہ

لوح محفوظ سے قرآن حکیم کا نزول رمضان المبارک میں ہوا ہے۔ سارا قرآن حکیم ایک ہی مرتبہ آسمان دنیا پر نازل ہوا۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ ہر قوم میں ایک قاعدہ ہے کہ جس دن اس پر کوئی نعمت نازل ہو۔ اس کی یاد تازہ کرنے کے لئے سالگرہ مناتے ہیں۔ مثلاً یہود میں عاشوراء کا روزہ۔ عیسائیوں میں نزول مائدہ آسمانی کا دن۔ مسلمانوں کے لئے قرآن حکیم ایک عظیم الشان نعمت ہے۔ اس لئے اس کی سالگرہ رمضان المبارک

میں منائی جاتی ہے۔ چنانچہ سارے رمضان المبارک میں مسلمان رات کو قرآن حکیم سنتے ہیں۔ علاوہ اس کے اس نعمت عظمیٰ کے شکر میں دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ شکر نعمت میں روزہ رکھنا بھی سابقہ امتوں میں رائج تھا۔ جس طرح یہود میں عاشوراء کا روزہ اسی لیے رائج تھا کہ اس دن فرعون غرق ہوا۔ اور بنی اسرائیل نے نجات پائی تھی۔

تمام امتوں میں روزہ

قرآن حکیم میں ارشاد ہے

کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم (سورۃ البقرہ رکوع ۲۳)

ترجمہ: تم پر روزہ ایسا ہی فرض کیا گیا ہے۔ جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض تھا۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعت میں بھی روزہ اسی طرح رکھا جاتا تھا۔ کہ روزہ کے دن کھانا پینا اور عورتوں سے صحبت کرنا حرام تھا۔ روزہ کا یہ طریقہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت تک یوں ہی رہا۔ چنانچہ ابتدا میں جب مسلمانوں پر روزہ فرض ہوا اور اس کی شرائط کا انہیں علم نہیں تھا تو اہل کتاب کی طرح روزہ رکھنا شروع کیا کہ افطار کے بعد سونے سے پہلے پہلے کھانے پینے وغیرہ سے فراغت پالیتے۔ سونے کے بعد پھر دوسرا روزہ شروع ہو جاتا۔ کچھ عرصہ کے بعد

احل لکم لیلۃ الصیام

والی آیت نے اس طرز کو منسوخ کیا۔

اوقات روزہ میں اختلاف

البتہ علم تاریخ کی ورق گردانی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کے اوقات ہر امت میں علیحدہ علیحدہ تھے مثلاً حضرت آدم علیہ السلام پر ہر مہینے کی ۱۳-۱۴-۱۵ تاریخ کو روزہ فرض تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ دار ہوتے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار فرماتے اور یہود پر عاشوراء اور ہر سنیچر کے علاوہ چند دن اور بھی فرض تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور دو دن افطار کرتے تھے۔ نصاریٰ پر در اصل رمضان کے روزے فرض تھے۔ لیکن جب انہیں سخت گرمی اور سردی کے روزے میں دقت محسوس ہوئی تو یہ فیصلہ کیا کہ موسم ربیع میں بجائے تیس کے پچاس رکھا کرینگے۔

روزہ کی صورت بغیر روح بیکار ہے

ہر عقلمند کا قاعدہ ہے۔ جب کوئی کام کرتا ہے اس کا فائدہ پہلے سوچ لیتا ہے۔ وہ فائدہ اس کی روح اور جان ہے لہذا روزے کی بھی ایک صورت ہے اور دوسری اسکی روح۔ صورت تو یہ ہے کہ صبح صادق سے لیکر غروب

آفتاب تک کھانا پینا ترک کر دیا جائے۔ عورت اور مرد آپس میں ملنے نہ پائیں لیکن اگر مقصد روزہ اس صورت کے اندر نہ پایا جائے۔ تو وہ بیکار ہے۔ چنانچہ بارگاہ نبوت سے ارشاد ہوتا ہے

من لم يدع قول الزور والعمل به فليس للّه حاجة فى ان يدع طعامه وشرابه

ترجمہ: جس شخص نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالی کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی پرواہ نہیں (یعنی روزہ سے قرب الہیٰ اور حصول رضاء مولیٰ کا جو نتیجہ مرتب ہونا چاہیئے (وہ نہیں ہوگا)

اور دوسری روایت میں مروی ہے

الغيبة تفطر الصائم

ترجمہ: گلہ کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ انتہیٰ اس سے معلوم ہوا کہ روزے کی حالت میں جس طرح مذکورہ بالا افعال ناجائز ہیں۔ اسی طرح دوسرے کی غیبت جو زبان کا جرم ہے وہ بھی ممنوع ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ روزے کا مقصد فقط کھانے پینے سے روکنا ہی نہیں بلکہ اس سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے۔

روح روزہ

تعلیم مذہب کا یہ خاصہ ہے کہ انسان کے اندر اخلاق حسنہ پیدا ہوں صفات حمیدہ سے آراستہ ہو بداخلاقی سے اسے نفرت ہو۔ خواہشات نفسانی پر قابو پائے ضبط نفس اور تحمل کا خوگر ہو۔ فتنہ انگیزی سے باز آئے شرارت نہ کرنے پائے ان تمام خوبیوں کے پیدا کرنے کے لئے بہترین علاج یہی ہے کہ انسان کے حیوانی زہر کو نکال دیا جائے اس زہر کے نکالنے کا بہترین تریاق روزہ ہے۔ قوت حیوانی کی شدت سے تمام خرابیاں انسان کے اندر پیدا ہوتی ہیں اگر قوت حیوانی کو کمزور کر دیا جائے تو بہت سی برائیوں سے یقیناً انسان رک جائے گا چنانچہ اسی قاعدے سے اسلامی شریعت میں قوانین روزہ کو پرکھا جائے تو یقین ہو جاتا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روزے کے ذریعے سے اپنی امت کو اخلاق کے اعلیٰ معیار پر پہنچانے کی سعی فرمائی ہے۔

احادیث نبویہ ﷺ اور ان کی حکمتیں

پہلی حدیث

قوله صلى الله عليه وسلم فلا يرفث ولا يصخب فان سابه احد او قاتله فليقل انى صائم

ترجمہ:- روزہ دار نہ عورتوں سے میل جول کی باتیں کرے اور نہ شوروغل مچائے اگر اسے کوئی گالی بھی دے یا لڑائی کرے (تو خود اس کے مقابلے میں کچھ نہ کرے) اتنا کہدے کہ میں روزہ دار ہوں۔

شرح حدیث

ترک رفث میں اقوال و افعال شہوانی سے روکنا مراد ہے۔
ترک صخب میں درندوں کی طرح شور و غل کرنے سے روکنا مطلوب ہے۔
ترک سب میں مطلق اقوال قبیحہ سے روک تھام ہے۔
ترک قتل سے مراد مطلق افعال قبیحہ سے ممانعت ہے۔

انی صائم

روزہ دار پر جب کسی بیہودہ گو۔ ظالم اور جاہل کی طرف سے حملہ ہو تو اتنا کہدے (بشرطیکہ اس کہنے سے اس کی طبیعت میں ریا نہ آجائے) کہ مجھے روزہ ہے۔ اس لئے میں تمہارا مقابلہ کرنے سے معذور ہوں۔

بعض شارحین حدیث کا خیال ہے۔ کہ زبان سے کہنا بھی ضروری نہیں بلکہ دل میں روزے کا خیال کر کے مقابلہ سے باز رہے۔

دوسری حدیث

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الصیام جنۃ

ترجمہ: روزہ ڈھال ہے۔

ڈھال کے ذریعہ انسان دشمن کے وار سے بچتا ہے۔ پہلی حدیث شریف میں جو بیان ہوا ہے کہ روزہ دار اقوال و افعال شہوانی اور درندگی سے اپنے آپ کو بچائے۔ فتنہ و فساد کی آگ کو بجھائے (کیونکہ اگر گالی اور لڑائی کا جواب اسی طرح دیتا تو فتنہ بپا ہوتا۔ اب روزہ کے سبب سے وہ آگ بجھ گئی) حاصل یہ نکلا۔ کہ اس نے گویا روزے کی ڈھال سے شیطان اور نفس کے وار کو روکا۔

اخلاقی اور معاشرتی اصلاح

گزشتہ احادیث سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ روزہ دار کے اخلاق کا معیار اعلیٰ ہو جائیگا۔ ضبط نفس اور تحمل اس میں آئیگا۔ شرارت اور فتنہ سے اپنے آپ کو بچائیگا۔ دنیا میں اعلیٰ درجہ کا امن پسند اور مرنجان مرنج شریف نظر آئیگا۔ ساتھ ہی اس کے معاشرتی اصلاح بھی ہو جائیگی۔ جب ہر ایک مسلمان ان اوصاف حمیدہ سے مزین ہو گا۔ تو معاشرتی تعلقات میں کبھی بگاڑ پیدا ہی نہیں ہو گا۔ کیونکہ ہر سال ماہ رمضان میں روزہ رکھانے کی غرض ہی یہی ہے کہ سال بھر کے بعد پھر اس نصاب کی یاد تازہ ہو جائے۔

سیاسی فائدہ

دنیا میں ہمیشہ وہی قوم عزت سے زندہ رہ سکتی ہے۔ جس کے پاس حیات قومی کے اعلیٰ اصول ہوں۔ اور وہ ان کی پابندی کے لئے ہر مصیبت کو جھیلے۔ اور ہر مشقت کے سامنے سینہ سپر ہو۔ روزے میں اس بات کی مشق کرائی جاتی ہے کہ بارہ یا چودہ بلکہ بعض اوقات چوبیس گھنٹے بے آب و دانہ رہے۔ خواہ شدید گرمی کا موسم ہی کیوں نہ ہو۔ سحور کو آنکھ نہیں کھلتی اور روزہ چھوڑ نہیں سکتے۔ دن کے کاروبار کا حرج بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن کاشتکار ملازمت پیشہ اور مزدور غرضیکہ ہر ایک کام والا باوجود سحور نہ کھانے کے اپنے اپنے کام میں مصروف ہے اور پھر اتنا ہی نہیں بلکہ دن کو یہ مشقت اور رات کو بیدار رہنا اور کافی وقت کھڑا ہو کر نماز تراویح ادا کرنا ہے۔

الحاصل

حاصل یہ نکلا کہ ہر مسلمان ایک فوجی سپاہی ہے بسکٹ اور کیک۔ سوڈا اور لیمونڈ تو بجائے خود ہے۔ بلکہ پانی پیئے اور کھانا کھائے بغیر اگر ضرورت پیش آ جائے۔ تو دن اور رات کے چوبیس گھنٹے مسلسل کام کر سکتا ہے۔ اور اس بات کا بھی عادی ہے۔ کہ ان مصیبتوں میں وہ کسی پر احسان نہیں کر رہا۔ بلکہ اسے محض اللہ تعالیٰ کی رضاء مطلوب ہے۔ چنانچہ فتوحات اسلامی میں اس قسم کے واقعات ملتے ہیں۔ کہ مسلسل چوبیس گھنٹے لڑائی جاری رہی دشمنان اسلام کے لشکر یکے بعد دیگرے آتے رہے اور مسلمان اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹے جب تک میدان جیت نہیں لیا۔

پیغام فتح اسلام

جو قوم سطح زمین پر اپنے چالیس کروڑ افراد رکھتی ہو۔ اور وہ ان اصولوں کی پابند ہو جائے جو ارکان اسلام کے اندر انہیں سکھائے گئے ہیں اور پھر فیصلہ کرے کہ یا تخت یا تختہ۔ وہ قوم کبھی مٹ نہیں سکتی۔ بلکہ دنیا کی قوموں میں سردار ہو کر رہے گی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ اسکی پشت پناہی فرمائیگا۔ ظاہر و باطن اور زمین و آسمان کی تمام الٰہی طاقتیں اس کی خدمت کے لئے وقف ہو جائیں گی۔

ولو انهم اقاموا التوراة والانجيل وما انزل اليهم من ربهم لا كلوا من فوقهم ومن تحت ارجلهم۔ الاية

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

روزے کے اخروی فائدے

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ ومن

قام رمضان ایمانا واحتساباً غفرلہ ماتقدم من ذنبہ ومن قام لیلۃ القدر ایمانا واحتساباً غفرلہ ماتقدم من ذنبہ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی گئی ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے روزہ رکھا درآنحالیکہ اس کے دل میں ایمان ہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے اجر پانے کے خیال سے رکھا اسکے سارے پہلے گناہ بخشے جائیں گے اور جو شخص رمضان کی راتوں میں عبادت کرے درآنحالیکہ ایماندار ہو اور ثواب پانے کا ارادہ رکھے۔ اس کے بھی پہلے سارے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور جس شخص نے لیلۃ القدر کی رات کو قیام کیا درآنحالیکہ ایماندار ہو اور اللہ تعالیٰ سے اجر پانے کا ارادہ رکھتا ہو اسکے بھی پہلے سارے گناہ معاف کردیئے جائینگے۔

حکمت مغفرت

روزے کے باعث سابقہ سارے گناہ معاف ہونے کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ گویا روزہ دار زبان حال سے یہ کہہ رہا ہے۔ کہ اے اللہ میں نے کھانے پینے اور خواہشات نفسانی وغیرہ کے پورا کرنے میں جو تیری مرضی کے خلاف قدم اٹھایا ہے اس سے باز آتا ہوں اور تیری رضا حاصل کرنے کے لئے سب کو چھوڑتا ہوں۔ اور مسلسل روزہ رکھنے سے یہ ثبوت دیتا ہوں کہ تیری رضا کی پابندی مسلسل کرونگا۔ تیری مرضی کے خلاف خواہشات نفسانی کو ہمیشہ چھوڑ دونگا۔ اور رمضان شریف کے علاوہ شوال کے چھے روزے رکھ کر اس امر کا مزید ثبوت دیتا ہے کہ اے اللہ تو نے اپنی شفقت ورحمت سے اعلان کیا ہوا ہے کہ میں ہر نیکی کا دس گنا کم از کم اجر دوں گا۔ لہذا رمضان المبارک کے علاوہ چھے روزے شوال کے اس حساب سے کم از کم ۳۶۰ روزوں کا اجر پائیں گے۔ اور سال کے ۳۶۰ دن ہوتے ہیں تو گویا کہ میں تیری رضا حاصل کرنے کے لئے سارا سال ہی روزہ دار رہا

ربنا تقبل منا واعف عنا

علی ہذا القیاس رمضان المبارک کی راتوں کے قیام کی بھی یہی غرض ہے۔ کہ اے اللہ میں نے تیرے قرآن حکیم سے جو اعراض کیا ہے۔ اس سے تائب ہو کر تمسک بالقرآن کرنے کا عملی ثبوت دیتا ہوں (گویا کہ نمازی اپنے عمل سے یہ ثابت کر رہا ہے) اور مسلسل قیام کرنے سے عملاً یہ ثابت کر رہا ہے کہ میرا تمسک بالقرآن آئندہ ہمیشہ کے لئے رہے گا۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل عمل ابن ادم یضاعف الحسنۃ بعشر امثالہا الی سبعماء تہ ضعف (قال اللہ تعالی) الا الصوم فانہٗ لی وانا اجزی بہ یدع شہوتہ وطعامہ من اجلی للصائم فرحتان فرحۃ عند فطرۃ وفرحۃ عند لقاء ربہ ولخلوف فم الصائم اطیب عنداللہ من ریح المسک والصیام جنۃ واذا کان یوم صوم احدکم فلایرفث

ولایصخب فان سابہ احد اوقاتلہ فلیقل انی امرء صائم، متفق علیہ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی گئی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے انسان کے ہر نیک عمل کا کئی گناہ زیادہ اجر ملتا ہے۔ ہر نیکی کم از کم دس درجہ پاتی ہے۔ اور سات سو درجہ تک بھی اللہ تعالیٰ عمل کا اجر بڑھا دیتے ہیں (غرضیکہ ہر عمل کا اخلاص وللہیت اور اسکے منافع اور نتائج کے لحاظ سے اجر ملتا ہے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا سوائے روزے کے کیونکہ وہ میرا ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا (بروایت دیگر میں ہی اسکا بدلہ ہوں) روزہ دار اپنی خواہشات نفسانی اور کھانا میرے لئے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کیلئے دو خوشیاں ہیں ایک روزہ افطار کرتے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری اپنے رب کی ملاقات کے وقت حاصل ہوگی اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں مشک سے بھی بہتر ہے۔ اور روزہ (شیطان کا وار روکنے کیلئے) ڈھال ہے جس دن کسی کو روزہ ہو۔ تو عورتوں سے میل جول کی باتیں نہ کرے۔ اور بیہودہ شوروغل نہ مچائے۔ اگر اسے کوئی گالی دے یا لڑائی کرے۔ تو کہدے کہ میں روزہ دار ہوں (لیکن لڑائی نہ کرے) انتہیٰ

حکمت انا اجزی بہ

ہر عمل صالح کی ایک جزائے خیر ہے اور روزے کی جزاء ذات حق جل و علیٰ خود دیتا ہے۔ (یا بنتا ہے) کیونکہ جب روزہ دار نے ان چیزوں کو رضا الٰہی کے لئے چھوڑ دیا۔ جن پر اسکی زندگی کا دارومدار تھا۔ گویا کہ اس نے زندگی کو خیر باد کہکر خدائے قدوس وحدہ لاشریک لہ کا وصال پسند فرمایا بارگاہ الٰہی میں ہر عمل کی جزا اس کے مناسب حال ہوا کرتی ہے۔ ایسے متوکل علی اللہ محب خدا کی جزا یہی ہو سکتی ہے۔ کہ خدائے قدوس اسے تسلی دیں۔ کہ جب تو میرا ہے تو میں تیرا ہوں۔

عن عبداللہؓ بن عمروان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الصیام والقرآن یشفعان للعبد یقول الصیام اے رب انی منعتہ الطعام والشہوات بالنہار فشفعنی فیہ ویقول القرآن منعتہ النوم باللیل فشفعنی فیہ فیشفعان رواہ البیہقی فی شعب الایمان

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ اور قرآن انسان کیلئے (قیامت کے دن) شفاعت کرینگے۔ روزہ کہے گا اے میرے رب میں نے اسے دن کو کھانے اور خواہشات نفسانی سے روکا تھا لہذا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمائیے اور قرآن کہے گا میں نے اسے رات کو سونے سے روکا تھا۔ لہذا میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرمائیے۔ یہ دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔

حقیقت شفاعت

جس جہان میں ہم بودوباش رکھتے ہیں اسے عالم ناسوت کہتے ہیں اس کے علاوہ تین جہان اور بھی ہیں عالم ملکوت عالم جبروت عالم لاہوت۔ عالم ملکوت کو عالم مثال بھی کہتے ہیں۔ عالم مثال میں یہاں کی ہر ایک چیز کا وجود ہے بلکہ وہاں ان چیزوں کا بھی وجود ہے۔ جن کا وجود اس جہان میں نہیں ہے۔ مثلاً انسان کے اعمال یا روزہ قرآن وغیرہ۔

لہذا قیامت کے دن روزہ اپنے اس مثالی وجود سے مجسم ہو کر بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوگا۔ اور روزہ دار کے حق

بقیہ صفحہ پر

اسلام میں عورت کا مقام

خطاب:
ابن امیر شریعت
سید عطاالمحسن بخاری

ناقل: معدی معاویہ

۲۷ نومبر ۱۹۸۵ء مقام: رہائش گاہ شیخ عبدالغنی صاحب گلاسگو، برطانیہ

امابعد فاعوذ باالله من الشیطن الرّجیم - بسم الله الرحمٰن الرحیم - ان الدین عندالله الاسلام - وقال تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا - صدق الله العظیم

بہنو! بیٹیو! اللہ رب العزت نے آپ کو انسانی معاشرہ میں ایک اہم حیثیت اور مقام عطا فرمایا ہے۔ اللہ جل شانہٗ نے عورت کے چار مقدس رشتے بنائے ہیں۔ ماں، بہن، بیٹی اور بیوی، ان چار رشتوں کے علاوہ اسلام میں کسی پانچویں رشتے کا کوئی تصور نہیں۔ عورت کا احترام ماں کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ یا بہن کی وجہ سے، بیوی کی وجہ سے یا بیٹی کی وجہ سے۔ یہی چاروں رشتے ایسے ہیں کہ ان میں عورت کا احترام قائم رہ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی رشتہ ایسا نہیں کہ جس میں عورت اپنا احترام قائم رکھ سکے۔ یا احترام حاصل کر سکے۔ جس ملک و معاشرہ میں آپ خواتین رہتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کا معاشرہ نہیں۔ کافروں کا دیس ہے، کافرانہ تہذیب ہے، کافرانہ تمدن ہے اور انکے کافرانہ قوانین ہیں۔ اس کافرستان میں رہتے ہوئے آپ نے کس طرح زندگی گزارنی ہے؟ یہ بڑی غور طلب اور فکر انگیز بات ہے۔ اس سے غافل اور بے نیاز ہو کے رہنا اپنے آپ کو دھوکہ دینے والی بات ہے۔ مسلمان دنیا کے کسی بھی گوشے میں چلا جائے۔ چاہے وہ اس سے بھی بڑا ملک کیوں نہ ہو اور اس سے زیادہ خوفناک کافرانہ معاشرہ ہی کیوں نہ ہو، مسلمان مرد اور مسلمان عورت کیلئے اپنی اسلامی حیثیت ہر جگہ باقی رکھنا بہت ضروری ہے۔ اگر وہ اپنی شناخت اور اپنی پہچان باقی نہیں رکھتے تو ظاہر ہے کہ انکا اپنا وجود بھی باقی نہیں رہے گا۔ انکی پہچان ختم ہو گی تو وجود بھی ختم ہو جائیگا۔ شناخت ختم ہو گی تو انکا اخلاق تباہ ہو جائیگا اور شخصیت بھی مر جائے گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کو یہ رتبہ عطا فرمایا اور کہا "الجنتہ تحت اقدام الامہات" کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ماں کا پاؤں اٹھاؤ تو واقعی نیچے جنت نظر آ جائے گی۔ بلکہ ماں کی اطاعت اور ماں کی فرمانبرداری میں جنت کا راستہ بتایا گیا ہے۔ جو اولاد دین کے معاملے میں ماں کی مکمل فرماں برداری کرے گی اور جس ماں نے اپنے آپ کو دین کے سانچے میں ڈھال رکھا ہو گا اسکی دنیا بھی دین کے ماتحت ہو گی۔ جو ماں اپنی دنیا کو دین کے ماتحت رکھے گی اولاد اسکی فرماں برداری کریگی وہ اولاد یقیناً جنت میں جائیگی۔ اور جس ماں نے اپنی عادات کو، اپنے طور طریقوں کو اور اپنی خصلتوں کو دین کے ماتحت نہیں رکھا، دین کے سانچے میں نہیں ڈھالا وہ اپنی اولاد سے یہ توقع مت رکھے کہ اسکی فرمانبرداری کریگی۔ اللہ پاک کے قانون میں یہی بات ہے کہ

جو اللہ کی اطاعت کریگا اللہ کی مخلوق اسکی اطاعت کریگی۔ اور پھر ماں اور باپ ایسے مقدس پاک اور پوتر رشتے ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے کسی اور کی اطاعت کا تصور غالب نہیں آنا چاہیئے۔

ہوتا کیا ہے.....؟ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچہ دین کی فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے۔ بعد میں اس کے ماں باپ اسے یہودی یا عیسائی بنا لیتے ہیں اور ماں باپ ہی اسے مجوسی بنا لیتے ہیں۔ حدیث کے الفاظ ہیں۔ "فابواہ یھودانہ اوینصرانہ اویمجسانہ" یعنی انکے والدین ہی ذمہ دار ہیں۔ دراصل اسکے مستقبل اسکی معاشرتی زندگی کی ساری ذمہ داری اسکے والدین پر ہے۔ اور والدین میں سب سے زیادہ کردار ماں کا ہے۔ ماں اسے جنتی ہے، دودھ پلاتی ہے، بیٹھنا اٹھنا سکھاتی ہے اور اسے زندگی کی ایک ایک بات سکھاتی، پڑھاتی اور بتاتی ہے۔ حتیٰ کہ ماں ہی اسے بتاتی ہے کہ فلاں تمھارا باپ ہے۔ وہ ہر موڑ پر اس کی تربیت کرتی ہے۔ جوتا یوں پہنو، قمیص اس طرح پہنو، کھانا ایسے کھاؤ، صبح جلدی اُٹھو، اور وہی اسے جلدی اٹھا سکتی ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ ذمہ داری بنیادی طور پر اللہ تعالیٰ نے ماں پر ڈالی ہے۔ گویا کہ آغوش مادر ہی پہلا مدرسہ اور پہلا (INSTITUTE) ہے۔ اور جو ماں اپنے آپ کو ذمہ دار خاتون سمجھے گی تو وہ اولاد کی تربیت میں بھی ایسا کمال پیدا کرے گی جس کا حکم اللہ اور اسکے رسول نے دیا ہے۔

ایک واقعہ مجھے یاد آگیا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں انکی اماں جان مشرکہ تھیں، بتوں کو پوجتی تھیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتی تھیں۔ جب حضرت ابوہریرہؓ مسلمان ہوئے تو انکی والدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا کرتی تھیں۔ ایک دن انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت برا بھلا کہا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میری ماں اس قسم کی فضول باتیں کرتی ہے۔ جو مجھ سے برداشت نہیں کی جاتیں۔ فرمایئے میں کیا کروں؟ رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ مجھے برا کہتی ہے، کہنے دو! تیرا یہ حق نہیں ہے کہ تو ماں کو برا بھلا کہے۔" یہ ہے ماں کی حیثیت کہ حضرت ابوہریرہؓ کی والدہ مشرکہ تھیں مگر ان کے لئے انکی بات پورا کرنا ضروری نہ تھا۔ کہ وہ فضول قسم کی گفتگو کریں اور بیٹا بھی اسی قسم کے جواب دے تو اس بات کی اللہ کا دین ہر گز اجازت نہیں دیتا چہ جائیکہ ماں مسلمان ہو۔ خدانخواستہ، خدانخواستہ کوئی خاتون اپنا دیس چھوڑ کر یہاں کافرستان آتی ہے۔ اس کے اخلاق خراب ہو جاتے ہیں اور وہ یہاں کی عورتوں کی طرح بازاروں میں گھومتی پھرتی ہے، آوارہ گردی کرتی ہے یا کلب (ATTEND) کرتی ہے یا غیر دینی دلچسپیوں میں سے کوئی دلچسپی اختیار کرتی ہے۔ تو بیٹا منت سماجت کر کے یہ تو کہہ سکتا ہے کہ اماں جی اللہ کیلئے اپنے حال پر رحم کیجئے مہربانی فرمایئے، ہم اپنا آپ نہ بھولیں ہم یہاں کے حالات کو اپنے اوپر طاری نہ کریں۔ یہاں کے ماحول اور یہاں کے رنگ میں اپنے آپ کو نہ رنگیں۔ ہمیں اس کافرانہ تہذیب سے مرعوب نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن یہ کہ وہ ماں کو گالی بکے، تڑاخ پڑاخ جواب دے، اس کو یہ حق نہیں ہے۔ البتہ خاوند، باپ اور بھائی ایسے رشتے ہیں جو عورت کو ڈانٹ کر، غصے سے روک سکتے ہیں اور جھاڑ بھی پلا سکتے ہیں۔ ایک ہے غلط کام کر لینا اور پھر اپنی غلطی کا اعتراف کر لینا۔ دوسرا یہ کہ غلط کام بھی کرے اور ضد بھی کرے کہ میں نے صحیح کام کیا ہے۔ اور جواز میں یہ کہے کہ چونکہ باقی

سب یہ غلطی کرتے ہیں کیا وہ سب پاگل ہیں۔ سب برے ہیں۔۔۔؟ یہ انتہائی جہالت ہے۔ یقیناً جو عورتیں اسلام کے خلاف عمل کرتی ہیں چاہے وہ دس کروڑ، دس ارب کیوں نہ ہوں اور انکے مقابلے میں جو عورتیں دین کا کام کرتی ہیں، دین کے بتائے ہوئے اخلاق پر عمل کرتی ہیں چاہے وہ پانچ دس ہی کیوں نہ ہوں اصولی طور پر وہی صحیح ہیں۔ اور وہ جو دین کے خلاف عمل کرتی ہیں چاہے انکا اقتدار ہو، تمام طاقتیں ان کے قبضہ میں ہوں وہ غلط ہیں۔ تعداد میں کم یا زیادہ ہونے کو کسی کے غلط یا صحیح ہونے پر دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔

گندگی پانچ من ہو اور خوشبو ایک تولہ ہو تو کیا ہم مان لیں گے کہ خوشبو بری چیز ہے اور گندگی اچھی چیز ہے۔ بدکار لوگ اگر دنیا میں زیادہ ہوں اور نیکوکار کم ہوں تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں لینا چاہیئے کہ چونکہ بدکار لوگ زیادہ ہیں اس لئے وہ بہتر ہیں، انکی بات ماننا اور انکی روش پر چلنا صحیح ہے۔ اور نیکوکار لوگ کم ہیں اس لئے انکا ساتھ چھوڑ دینا چاہیئے۔ یہ کوئی معیار اور دلیل نہیں بلکہ شکست کی بات ہے۔ یہ جمہوریت تو ہے اسلام ہرگز نہیں۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارے لئے دلیل اور معیار بالکل مختلف ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیرہ ازواج مطہرات، چاروں بیٹیاں، نواسوں کی بیویاں اور انکی بیٹیاں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیویاں، بہنیں، مائیں، ان سب میں ہمیں ایک بات قدر مشترک نظر آتی ہے کہ وہ تھوڑے ضرور تھے مگر مستقل مزاج اور دین پر استقامت کے ساتھ قائم رہنے والے تھے۔ انہوں نے جو فیصلہ کیا اس پر تامرگ قائم رہے، شکست قبول نہیں کی۔ انہوں نے دشمن کی چالبازیوں کے خلاف تعلیمی، تربیتی، سماجی اعتبار سے بھرپور جنگ لڑی ہے اور زندگی کے ہر محاذ پر رضاکارانہ طور پر کام کر کے دشمن کو شکست دی ہے۔

ہماری ماؤں بہنوں کا بھی یہی مقام ہے کہ جتنا دین انہیں آتا ہے وہ اس معاشرے میں اس کو قائم رکھیں۔ اب ظاہر ہے کہ جو خواتین یہاں آئی ہیں ان میں بمشکل دو، چار، پانچ خواتین ایسی ہوں گی کہ اس دس پندرہ ہزار کی آبادی میں جو دین کو سو فیصد، پچاس فیصد، پچیس فیصد جانتی ہوں گی۔ ورنہ ہماری اکثر خواتین کا حال یہ ہے کہ ٹوٹی پھوٹی نماز، کلمہ اور تلاوت قرآن، بس اس کو مکمل دین سمجھ رکھا ہے۔ تعلیمی طور پر انہوں نے دین حاصل نہیں کیا۔ نہ ماں باپ نے انہیں دین کی تعلیم دلائی۔ اور نہ شادی کے بعد خاوند نے اس طرف توجہ کی۔ اور نہ اپنے ہی ذہن میں یہ بات آئی کہ میں مسلمان ہوں، کم از کم اتنا علم دین تو حاصل کر لوں جس سے حلال، حرام، پاک پلید، کفر، اسلام اور شرک و بدعت کے متعلق بنیادی مسائل ہی معلوم ہو جائیں۔ ضروری ضروری، تھوڑے تھوڑے مسئلے یاد کر لوں، ایسا بھی نہیں ہو اور یہ بہت بڑا حادثہ ہے۔ جس کا نقصان گھر سے باہر نکلنے کے بعد سامنے آتا ہے۔ اور وہی زندگی اصل میں جنگ کی زندگی کہلاتی ہے۔ جہاں آپ کو رہ کر نہ صرف اس کے خلاف جہاد کرنا ہے بلکہ اپنی تہذیب، اقدار اور عقائد و اعمال کو بھی بچانا ہے۔ نہ یہ کہ اس معاشرے کا بھوت اپنے اوپر طاری کر کے اور اس سے مرعوب ہو کر اسی رنگ میں رنگے جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح حکم ہے "خالفو الیہود و النصاریٰ" "یہودیوں اور عیسائیوں کی مخالفت کرو"۔ انکی اتباع نہ کرو۔ اب اگر انکا کلچر، انکا ماحول، ان کا رنگ ہم نے اپنا لیا تو اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ ہم نے انکی تابعداری کی۔ چاہے ہم نماز پڑھیں روزہ رکھیں اور قرآن کی تلاوت بھی کر لیں لیکن گھر سے باہر کی

زندگی یہودو نصاریٰ والی قبول کریں۔ تو یقیناً یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرماں برداری نہیں بلکہ یہودو نصاریٰ کی ہے۔ اور یہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حکم عدولی اور نافرمانی ہے۔ ایک مسلمان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بعد کسی کا حکم بھی قابل قبول نہیں۔ چاہے وہ ماں ہو، باپ ہو، چچا ہو یا بھائی ہو خواہ کوئی بھی ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لا طاعتہ لمخلوق فی معصیتہ الخالق کہ "مخلوق کی ایسی فرماں برداری کہ جس میں اللہ کی نافرمانی لازم آئے واجب نہیں ہے۔" بیٹے نے اگر ڈاڑھی رکھ لی تو ماں کہتی ہے کہ ابھی سے تم نے ڈاڑھی رکھ لی۔ بڑے ہو کر رکھ لینا۔ یہ نافرمانی ماں سکھا رہی ہے۔ بیٹا نمازیں پڑھتا ہے، تبلیغ کے لئے سفر کرتا ہے۔ ماں کہتی ہے کہ بیٹا تم کس راستے پر لگ گئے ہو وقت ضائع کر رہے ہو۔ تو یہ بھی اللہ کی نافرمانی ہے۔ ایسے معاملات میں ماں کی بات ماننا ضروری نہیں بلکہ اسکا انکار لازم ہے۔ منہ سے انکار کرے یا نہ کرے، مگر اس کی توہین نہ کرے۔ بس اس بات کو نہ مانے جو دین کے خلاف ہے۔ اسی طرح خدا نہ کرے اگر خاوند بدکار ہے یا کوئی مسلمان بدی میں مبتلا ہے، وہ شراب پیتا ہے، زنا کا ارتکاب کرتا ہے، حرام کا کاروبار کرتا ہے یا کسی دوسرے برے کام میں ملوث ہے تو بیوی کو حق حاصل ہے کہ وہ اسکے کام میں تعاون نہ کرے۔ یہاں تک حق حاصل ہے کہ جو خاوند اس قسم کے گندے کام میں مبتلا ہے وہ ان سے اپنی جان چھڑانا چاہیں تو چھڑا سکتی ہیں۔ اللہ کا دین اسکی فرمانبرداری کرنے کا حکم نہیں دیتا۔ صرف اس خاوند کی اطاعت کا حکم ہے جو خود بھی دین کی طرف لگے اور بیوی کو بھی دین پر چلائے۔ ایسا خاوند جو دین کا کام نہیں کرتا مگر بیوی دین کا کام کرتی ہے اور وہ اس کے کام میں رکاوٹیں ڈالتا ہے، اگر بیوی اس کی اطاعت نہ کرے تو اللہ پاک اس کی گرفت نہیں کریں گے۔ بالکل نہیں۔ ہرگز نہیں۔ رہی یہ بات کہ بیویوں کے حقوق کیا ہیں اور خاوندوں کے حقوق کیا ہیں؟ اس کی بھی اسلام نے تعلیم دی ہے۔ بیوی پر خاوند کے دو اعلیٰ حقوق ہیں سب سے پہلا حق تو یہ ہے کہ "تمکین نفسھا"، شادی کے بعد عورت کے وجود اسکی عصمت و آبرو کی ملکیت خاوند کے پاس ہے۔ ماں، باپ، بہن، بھائی، سسر، نند وغیرہ وغیرہ مداخلت کا کوئی حق نہیں انکو عورت کی زندگی میں جو بیاہ کر لائی گئی ہے، اس کے معاملے میں مداخلت کا حق اللہ نے صرف اسکے خاوند کو دیا ہے۔ دوسرا حق "وملازمتہ بیتھا" کہ خاوند کے گھر میں پابندی سے رہنا۔ بعض علما نے لکھا ہے کہ اگر خدانخواستہ اسکا کوئی عزیز رشتہ دار بھی مر جائے اور اسکا خاوند گھر نہیں ہے تو اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا گناہ ہے۔ ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ پاک نے اگر سجدہ جائز قرار دیا ہوتا تو وہ عورت کو حکم دیتے کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ چونکہ اللہ پاک کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں، حرام ہے۔ اس لئے خاوند کو بھی حرام ہے۔ بیوی کیلئے دینی معاملات میں اس کی اطاعت کرنا فرض ہے۔ گھر کے کام کاج، اور دیگر ضروریات کی خرید کے لئے بازار جانا اور ان تمام ضروریات کا پورا کرنا مرد کے ذمہ ہے۔ بچوں کا لباس خریدنا۔ ان کا علاج، انکی تعلیم عورت کا علاج اور اس کے اخراجات، غرض زندگی کے یہ سارے معاملات مرد کے ذمہ ہیں۔ عورت کے ذمہ صرف یہ ہے کہ اس کے گھر میں رہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق $$م۵ "والمرء راعیتہ علی بیت زوجھا" $$م۹ عورت اپنے خاوند کے گھر کی حاکمہ ہے، (لونڈی نہیں ہے) خرید کے نہیں رکھی گئی کہ جس طرح بازار سے گائے خرید لی، عورت خرید لی۔ اللہ پاک نے اسے اپنے خاوند کے گھر کی حاکمہ بنایا ہے۔ کوئین آف دی ہاؤس (QUEEN OF THE HOUSE) گھر کی

حاکمہ--- بازار کی حاکمہ نہیں- دفتروں، شاپنگ سنٹروں اور لبرٹی مارکیٹوں کی حاکمہ نہیں- یہ حقوق کی فطری تقسیم ہے کہ عورت گھر کی حاکمہ ہے تو گھر سے باہر مرد کی حکمرانی ہے-

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ یہی ہے کہ خاوند بیوی اپنے گھر میں باہمی افہام تفہیم کے ساتھ (LIFE COAPRATIVE) معاونت کی زندگی گزاریں آپ علیہ السلام کی سیرت طیبہ کا ایک واقعہ میں آپ کو سناتا ہوں--- ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ آپ کے قریب رہنے کا موقع میسر آیا- وہ چولہا جلارہی تھیں اور پھونکیں مار مار کے ان کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے مگر چولہا جلنے میں نہ آیا- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دروازے سے گھر میں داخل ہوئے- چھوٹا سا حجرہ تھا- دیکھا عائشہ رضی اللہ عنہا آگ جلارہی ہیں مگر آگ جل نہیں رہی- پہلے تو ہلکا ہلکا تبسم فرمایا- پھر فرمایا ہٹو عائشہ میں چولہا جلادوں- میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ گھر کے معاملات میں رسول اللہ ﷺ نے بیوی سے تعاون فرمایا ہے- اب جو خاوند گھر کے معاملات میں تعاون نہیں کرتا ظاہر ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے خلاف عمل کرتا ہے- اور ایسا کرنے کا اسے کوئی حق حاصل نہیں- ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا آؤ عائشہ میں اور تم دونوں دوڑیں- تو سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں دوڑے- سیدہ عائشہ صدیقہ اس وقت ہلکے جسم کی تھیں آگے نکل گئیں- اور مسکرا کر کہا! دیکھیے یارسول اللہ میں آپ سے آگے نکل گئی- پھر جب کچھ عرصے کے بعد جبکہ سیدہ عائشہ صدیقہ کا جسم مبارک کچھ وزنی ہو گیا تھا تب فرمایا آؤ عائشہ میں اور تم دوڑیں! تو پھر سیدہ عائشہؓ صدیقہ پیچھے رہ گئیں---- میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ گھر میں ہنسی سے، مسرت سے خوشی اور محبت سے زندگی گزارنا ہی دراصل اسلامی زندگی ہے- بات بات پر جھگڑنا، ضد کرنا، جھگڑالو قسم کی زندگی گزارنا یہ نہ عورت کو مناسب ہے اور نہ مرد کو- خواتین کیلئے حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کی سیرت بہت بڑا (SYMBOL) ہے- زندگی گزارنے کا خوبصورت راستہ ہے- اس سے بہتر راستہ اور کوئی نہیں ہے- موجودہ معاشرے میں الزبتھ کوئین کی ناپاک زندگی (IDEAL) ہے- اور مسلمان کیلئے ایسی زندگی کوئی حیثیت نہیں رکھتی- یہ مشرکہ عورت ہے- بے پردا اور بے حیا ہے- شریف خاتون نہیں ہے- میں نہیں سمجھتا کہ ان کی اتباع سے ہمارے ماحول میں شرافت آئے گی یا انکے اپنے ماحول میں شرافت ہو گی- لیکن دینی نقطہ نگاہ سے شرافت ان کے پاس نہیں ہے- اللہ پاک نے عیسائیوں اور یہودیوں کو ناپاک کہا ہے- اور فرمایا:

لاتتخذو الیہودوالنصاریٰ اولیاء

کہ اے ایمان والو! اے امت رسول ﷺ یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست مت بناؤ- اب دوست ہونے کا ایک مطلب یہ ہے کہ ہمسایہ ہے- ہیلو ہیلو ہو جاتی ہے- یہ کوئی بری بات نہیں ہے- یہ معاشرتی اخلاق میں شمار ہوتا ہے- دوستی یہ ہے کہ ہم زندگی کے معاملات میں انکے ساتھ شریک ہوں- محبت کے رشتے استوار کریں- انکے ساتھ میل جول، آنا جانا شروع کردیں یہ ہے دوستی، اور اسی کو اللہ پاک نے حرام قرار دیا ہے- اور یہاں تک فرمایا$$م۵ لاتتخذو اعدوی وعدو کم اولیاء $$م۹ کہ میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ- جب نبی نے اور ساری کائنات کے مالک نے اپنی مخلوق کی ایک برائی کو جانتے ہوئے بتادیا کہ یہ میرے بھی دشمن ہیں اور آپ کے بھی دشمن ہیں

تو پھر اپنے دشمنوں کی عادتوں کو اختیار کرنا یہ کہاں کی شرافت ہے۔ ان کے وطیرے کو، ان کے رہن سہن کو، انکے اخلاق کو اختیار کرنا انکے کلچر اور سولائزیشن اور تہذیب و تمدن کو اختیار کرنا دین اسکو شرافت نہیں سمجھتا۔ بلکہ بغاوت قرار دیتا ہے۔ چچا، ماموں یا کوئی اور رشتہ دار دشمن ہو جائے تو اسکی ایک ایک بات کی مخالفت کی جاتی ہے کہ چونکہ یہ کام وہ کرتا ہے اس لئے ہم نہیں کریں گے۔ اور چونکہ چچا صاحب وہاں جاتے ہیں اس لئے ہم نہیں جائیں گے۔ اور جسکو اللہ اور اسکا رسول ﷺ دشمن کہے اسکی ایک ایک بات کو اچھا سمجھ کے قبول کرنا یہ کہاں کی شرافت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی عورتوں کو بڑا مقام عطا کیا ہے۔ گھر میں بڑے اختیارات دیئے ہیں۔ اور ان اختیارات کو گھر میں ہی استعمال کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر عورت کہے کہ میرے حالات اجازت نہیں دیتے، میری صحت اجازت نہیں دیتی کوئی نوکرانی رکھ لو تو مرد پر واجب ہے کہ وہ گھر میں کسی نوکرانی کا انتظام کرے۔ بشرطیکہ گھر کے حالات بھی ہوں۔ یا یہ ہے کہ مرد مکمل طور پر گھر کے حالات میں ساتھ دے۔ یہ تمام مردوں کی ذمہ داریاں ہیں۔ عورت کی ذمہ داری گھر کی بادشاہی اور راج کی ہے۔ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں یہی کچھ دیکھا۔ اور صحابہ کرام کی سیرت میں بھی یہی جھلک نظر آتی ہے۔ اسوہ رسول ﷺ تو بہت بڑی بات ہے۔ اور ان ہستیوں کا بہت بلند مقام ہے۔ جو لوگ ان کے راستے پر چلتے ہیں وہ بھی بلند ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے والد صاحب کا آپ کو حال بتاتا ہوں کہ میری والدہ اللہ انہیں سلامت رکھے (تب وہ زندہ تھیں۔ ۱۹۹۱ء میں انتقال ہوا) ۸۰ برس سے اوپر ہیں میں بھی انچاس کے لگ بھگ ہوں میں نے انہیں کبھی بازار جاتے ہوئے نہیں دیکھا ان انچاس برسوں میں کبھی بھی نہیں۔۔۔ جب تک اباجی زندہ تھے فرماتے بھائی چلو عطاء المحسن، عطاء المومن آؤ چلو تمہارے لئے بھی کپڑے لے آئیں اور تمہاری والدہ اور بہن کیلئے بھی۔ میری بہن چھپن ستاون برس کی ہے ایک دن بھی بازار نہیں گئی۔ جبر نہیں کیا گیا شعوری طور طور پر یہ بات محسوس کی گئی کہ بازار عورتوں کی (FIELD) نہیں ہے۔ مردوں کی فیلڈ ہے۔ عورتوں کی فیلڈ گھر ہے۔ ہوم ورک کریں، ہوم انڈسٹری کا کام کریں غیر محرم مردوں کے اختلاط سے پاک معاشرہ تشکیل دیں۔ اپنا الگ تھلگ ماحول پیدا کریں۔ وہ سب کام کر سکتی ہیں مگر اپنے ماحول میں۔۔۔۔۔۔ اب ہم بازار میں گئے والد صاحب نے کپڑا خریدا۔ گھر آئے تو اماں جی نے کچھ کپڑے پسند کر لئے اور کچھ ناپسند۔ جو ناپسند کئے ان کو واپس کر دیا۔

خود میں نے اپنے بیوی کو کبھی بازار میں جانے کی زحمت نہیں دی۔ اسلئے کہ اسکی تمام ضروریات کو پورا کرنا میرے ذمہ ہے۔ الحمد اللہ ہم دونوں مل کر گھر کا تمام نظام باہمی مشورے سے چلاتے ہیں۔ تمام کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں۔ یوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک سنت پر عمل کرنے کی برکت سے میرا گھر امن کا گہوارہ بن گیا ہے۔

یہ مثالیں میں نے صرف اس لئے دی ہیں کہ آپ کو بات سمجھا سکوں کہ ہماری مسلمان بہنوں اور بیٹیوں کیلئے عزت کی جگہ گھر ہے، بازار نہیں۔ اور پھر ایک حدیث شریف اور سن لیجئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بازار دنیا کی بدترین جگہ ہے اور مسجد دنیا کی بہترین جگہ ہے۔ اب میری بیٹیاں اور بہنیں غور سے سوچیں، دل کی گہرائی میں توجہ کر کے سوچیں، کہ جس امت کے نبی نے، جس امت کے شفاعت کرنے والے نے فرمایا کہ

بازار دنیا کی بد ترین جگہ ہے وہ کیسے گوارا فرمائیں گے کہ ان کی امت کی بیٹیاں مکمل بناؤ سنگھار (MAKEUP FULL) کر کے باہر نکلتی پھریں۔ یہ تو کوئی معیار نہیں ہے۔ کتنی گری ہوئی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو نبی بھی مانیں انکی شفاعت حاصل کرنے کیلئے دعائیں مانگیں بھی مگر ان کے حکم کی خلاف ورزی کریں۔ میری ماؤں، بہنو اور بیٹیو! اپنے آپ کو پہچانیئے۔ اللہ پاک نے آپ کو بڑا مقام عطا فرمایا ہے۔ اور یہی بات کتنی بلند ہے کہ ماں، بہن، بیوی، بیٹی، کے رشتے مقدس ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ " ایک عورت چار مردوں کو جہنم میں لیکر جائیگی" ۔ چار مرد کون ہیں۔۔۔؟ سب سے پہلے باپ پھر بھائی، پھر خاوند، پھر بیٹا۔ جو باپ بھائی، خاوند، بیٹا عورت کی بے راہروی کو پیار و محبت، اخلاق اور مروت سے نہیں روکتا وہ باپ بھی جہنم میں جلے گا۔ وہ خاوند، بھائی بھی اور بیٹا بھی جہنم کا ایندھن بنے گا۔ اب آپ خود سوچ لیں کہ ابا جان کو، بھائی جان اور شوہر نامدار کو اور بیٹے کو جنت میں لیجانے کی ذمہ داری آپ پر عائد ہوتی ہے۔ آپ اپنے اعمال و کردار میں جتنی ترقی کرتی جائیں گی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی زیادہ اتباع کریں گی۔ ویسے ویسے آپ کا گھر دنیا میں جنت بن جائے گا۔ اور آخرت میں بھی انشاء اللہ جنت بنے گا۔ اس جنت کے حصول کے لئے اسوۂ رسول ﷺ اور اسوۂ ازواجِ رسول ﷺ ہی ہم سب مسلمانوں کے لئے معیار ٹھرتا ہے۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو، میرے ماں باپ، بہن بھائیوں، میری بیٹیوں کو اور امت مسلمہ کی تمام بہو بیٹیوں کو ہدایت نصیب فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری اور سچی غلامی میں کامیاب راستہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امہات المومنین کی سیرت واخلاق کو اپنانے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ (آمین)

وآخرودعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

تحریکِ آزادی کے نامور رہنما اور صاحب طرز ادیب مفکرِ احرار چودھری افضل حق کی خودنوشت سوانح

میرا افسانہ

قیمت ۱۱۰/= روپے

رعایتی قیمت ۶۰/= روپے
ڈاک خرچ ۱۰/= روپے

چالیس برس بعد دوبارہ شائع ہوگئی ہے!

● میرا افسانہ ● ایک عہد اور ایک زمانے کی سوانح ● آزادی کے مجاہدوں کا تذکرہ

کمپیوٹر کتابت ● اعلیٰ طباعت ● خوبصورت جلد ● صفحات ۲۰۸ قیمت ۱۱۰ روپے

تہذیب نسواں

عورت تاریخ کے آئینے میں

شبانہ علی صبا

قدیم زمانے میں عورت کو منحوس سمجھا جاتا تھا' اسے شیطان کی بیٹی' بے وفا' ڈائن' ملامتی غرض جو دل میں آیا نام دیا جاتا تھا۔ لوگ اس کی صورت دیکھنے کے بھی روادار نہ تھے۔ اس کے بعد عورت کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ ماں باپ خود لڑکیوں کو فروخت کر دیتے تھے۔ پھر لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کا دور شروع ہوا۔ یونان میں عورتوں کو طوائف بنایا گیا۔ عورتوں کو روم میں باندی سے کم درجہ حاصل تھا۔ جمہوریت میں عورت کو آزاد اور بے لگام کر دیا گیا۔ اب ترقی یافتہ دور میں عورت کی مساوات کی باتیں ہو رہی ہیں اور کہا جارہا ہے کہ عورت کو مرد کے برابر کا مقام دینا چاہئے کیونکہ عورت بھی وہی کر سکتی ہے جو مرد کر رہا ہے۔ یہ خیالات مغرب کی جانب سے عورتوں میں ڈالے گئے ہیں۔ عورت کی آزادی اور مساوات کا ڈھنڈورا پیٹنے والے مغرب والوں اور مغرب زدہ لوگوں سے کوئی نہیں پوچھتا کہ مغرب نے عورت کو کتنی مساوات دی ہے۔ کتنی عورتیں جنرل اور امیر البحر ہیں' کتنی عورتیں ورکشاپوں میں کام کر رہی ہیں' کتنی عورتیں خندقیں کھود رہی ہیں۔ مغرب نے تو عورت کو صرف ننگا کیا' برہنہ تصویریں اتاریں اور انہیں فروخت کرکے کروڑوں کمائے۔ اسے کھلونا بنانا۔ اس کو گھروں سے نکال کر سڑکوں پر لایا۔ ان تمام چیزوں کو دیکھ کر عورت کو خود یہ خیال آنا چاہئے کہ وہ کیا کرے اور اس کے لئے کونسی چیز اچھی ہے۔ گھر میں اطمینان آرام و سکون سے رہنا'

یا دوڑ دھوپ کرنا' فکر معاش سے آزاد رہنا یا در در کی ٹھوکریں کھانا۔ شوہر کی بیوی' بچوں کی ماں اور گھر کی رانی بن کر رہنا یا دفتر میں کام کرکے بچوں کو یتیم بنائے رکھنا۔ عورت نے بے شک نوکری کرکے پیسہ کمانا شروع کر دیا ہے لیکن وہ خود جانتی ہے کہ اس کی کتنی عزت مردوں کے دل میں باقی رہ گئی ہے' اس پر اب کون بھروسہ کرتا ہے۔ قدیم زمانہ سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ شرم و حیا عورت کا اصل زیور ہے۔ شرافت و انسانیت کی پیکر عورت ہی ہے۔ عورت کو اللہ نے نرم و نازک بنایا لہٰذا اس کی حفاظت ہونی چاہئے۔ وہ لوگ بدمعاش اور سماج دشمن ہیں جو عورت کے سر سے چادر کھینچنا اور اسے بے عزت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ دور جہالت کی طرف لوٹنا ہے' جو ترقی نہیں تنزل ہے

(خواتین کے لئے یہ مباحثہ لیا گیا ہے)

بقیہ ص ۱۲

نیں شفاعت کریگا۔ انسان نے اپنے وطن میں روزے کی حمایت و ہمدردی کا حق ادا کیا تھا۔ اس کے بدلے میں روزہ اپنے وطن (عالم مثال) میں روزہ دار کی حمایت کرے گا۔

اللھم اجعل الصوم لنا شافعا ومشفعا و وفقنالما تحب وترضیٰ واجعل آخرتنا خیراً من الاولیٰ وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین۔

بازگشت

عورت کی حکمرانی اور کوثر نیازی صاحب کا استدلال

مولانا عتیق الرحمن سنبھلی (لندن)

١٦ دسمبر ١٩٩٣ء کے جنگ میں عورت کی حکمرانی کے مسئلے پر مولانا کوثر نیازی کے مضمون میں صحابی رسول حضرت ابوبکرہؓ کے بارے میں مولانا کا نہایت وحشت انگیز ریمارک دیکھ کر تقاضہ تھا کہ اس سے پیدا ہونے والی غلط فہمی رفع کیجائے۔ مگر مولانا صاحب کا وہ مضمون چونکہ کچھ حضرات کے جواب میں تھا اس لئے امید تھی کہ انہی حضرات میں سے کوئی صاحب ضرور اس طرف توجہ فرمائیں گے۔ لیکن اب اتنا وقت گزر چکا کہ اس امید پر مزید خاموش رہنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے یہ عرض کرنا ہے کہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کی حکمرانی شرعاً صحیح ہے۔ یا غلط اسے تو پاکستان کے اہل علم و دانش ہی طے فرمائیں کہ ایک طرح سے "اندرونی معاملہ ہے" لیکن مولانا صاحب نے عورت کی حکمرانی کے سوال سے متعلق بخاری کی حدیث کے راوی حضرت ابوبکرہؓ کی عدالت و ثقاہت اور ان کی قابل استناد حیثیت پر جو جرح فرمائی ہے وہ صرف افسوسناک نہیں بلکہ انتہائی قابل مذمت ہے کہ ایک صحابی کی برملا تنقیص اور توہین ہے۔

راقم کو مولانا کی واقعی علمی حیثیت کا تو پتہ نہیں۔ لیکن انہوں نے حضرت ابوبکرہ کی روایت کے پایہ استناد کو جو اس تاریخی روایت کے حوالے سے مجروح ٹھہرایا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ ایک خاص واقعے کے نتیجے میں ان کی شہادت اور گواہی نہیں تسلیم کیا کرتے تھے، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا شہادت اور روایت کا شرعی فرق نہیں جانتے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے اور انہوں نے جانتے ہوئے انجانے پن کا رویہ اختیار فرمایا ہے تب تو خدا ہی حافظ ہے کہ وہ اب اپنے ملک کی اسلامی نظریاتی کونسل کے سربراہ بھی بنادئے گئے ہیں۔

بہر حال یہ شہادت اور روایت کا فرق ہی ہے کہ امام بخاری نے ایک طرف تو حضرت ابوبکرہ کی وہ روایت نقل کی ہے جس کو مولانا صاحب نے ناقابل التفات ٹھہرایا ہے تو دوسری طرف ایک دوسری جگہ (کتاب الشہادۃ میں) حضرت ابوبکرہ کی شہادت اور گواہی کے سلسلے میں حضرت عمر فاروق والی روایت کا بھی ذکر کیا ہے۔ یعنی امام بخاری اس معاملے سے بے خبر نہیں تھے اور علمی دنیا جانتی ہے کہ امام بخاری کا معیار روایت قبول کرنے میں کس قدر سخت ہے۔ اور یہ بھی شہادت اور روایت کے اسی فرق کا نتیجہ ہے کہ وہی محدثین اور علماء جو ایک عورت کو بحیثیت شاہد اور گواہ کافی نہیں مانتے۔ وہی علماء و محدثین روایات حدیث میں عورت اور مرد کو برابر تسلیم کرتے ہیں۔ غلام شاہد نہیں بن سکتا تھا مگر راوی کی حیثیت سے اسکو کبھی چیلنج نہیں کیا گیا۔

الغرض فقہائے اسلام کے یہاں راوی اور شاہد کیلئے مطلوبہ شرائط میں فرق ہے جسکی بنا پر حضرت ابوبکرہؓ اگر بحیثیت شاہد اور گواہ ناقابل قبول بھی ٹھہریں تو محض اس بات کے نتیجے میں ان کا بحیثیت راوی ناقابل قبول ہونا لازم نہیں آتا ہے۔ لیکن نہ سہی مولانا صاحب کو یہ فرق معلوم تو کیا انہیں یہ بھی نہیں معلوم ہے کہ اہل سنت کے

یہاں صحابہ کرام جرح و تعدیل کی میزان سے بالاتر ہیں۔ وہ سب کے سب عدول (ثقہ) ہیں۔ ان کی عدالت و ثقاہت میں کلام کرنے والا اہل سنت کے یہاں زندیق ہے۔ ان سے گناہ بے شک سرزد ہو سکتا تھا۔ لیکن ان کی مغفرت کی قرآنی بشارت (وکلاوعداللہ الحسنیٰ۔ اور ان سب کیلئے اللہ نے وعدہ فرمایا ہے بھلائی کا) یہ سمجھنا لازم کرتی ہے کہ وہ سچی توبہ کے بغیر دنیا سے جانے والے نہیں ہو سکتے تھے۔

رہا یہ کہ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ والے مقدمے میں اپنا الزام ثابت نہ کر سکنے پر حضرت عمر فاروق نے جو ان سے (حضرت ابوبکرہؓ سے) توبہ کا مطالبہ کیا تھا جسے انہوں نے پورا نہیں کیا اور اس بنا پر حضرت عمر ان کی شہادت نہیں قبول فرماتے تھے۔ تو اس واقع سے ہمہ و شما کو عمر فاروقؓ بننے کا حوصلہ تو نہیں ہو جانا چاہیئے۔ عمر فاروقؓ کی بات تو عمر فاروقؓ کے ساتھ گئی۔ وہ تو ابی بن کعبؓ جیسے بزرگ صحابی پر بھی درہ اٹھا لیتے تھے۔ خود اس زمانے میں بھی کوئی دوسرا عمر فاروق نہیں بن پایا تھا۔ حضرت ابوبکرہ نے اگر توبہ کا مطالبہ قبول نہیں کیا تو ہم سوائے اسکے کوئی دوسرا امکان ان کیلئے نہیں سوچ سکتے کہ وہ اپنے خیال میں برحق تھے۔ اپنے آپ کو جھٹلا نہیں سکتے تھے۔ اگر یہ ثبوت مہیا نہیں کر سکے۔ اور اسکے لئے انہوں نے یہ سزا بھی قبول کر لی کہ ان کی شہادت حضرت عمر کے یہاں قابل قبول نہ رہے۔ اور ایسا آدمی جو قذف (الزام زنا) کا ثبوت مہیا نہ کر سکے لیکن اپنے نزدیک صادق اور برحق ہو تو ائمہ اربعہ میں سے کم از کم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ ایسے آدمی کا عدالتی اعتبار اسکی توبہ پر موقوف نہیں رکھا جائے گا۔ اور بقول ابن حجر، امام بخاری کا بھی یہی مسلک نظر آتا ہے اس تفصیل کے ساتھ کہ حد قذف کو جاری ہوئے ایک سال یا کم از کم پچاس دن گزر گئے ہوں (مزید وضاحت اور تفصیل کیلئے اسکیلئے فتح الباری ج ۵ کتاب الشہادۃ - ۱۹۶۵ مطبوعہ بیروت ۱۴۰۲ھ) جب ایک عام مسلمان کے حق میں بھی ایسی رائے موجود ہے تو ایک صحابی کیلئے سوچنا ہی کیا؟ خاص کر جب کہ حضرت ابوبکرہ نے جس وقت (یعنی جنگ جمل کے بعد جو کہ ۳۶ھ میں ہوئی) زیر بحث روایت بیان فرمائی تھی اس وقت ان پر حد قذف کے واقعے کو تقریباً بیس سال ہو چکے تھے۔

مولانا نیازی صاحب نے حضرت ابوبکرہؓ پر یہ طعن بھی فرمایا ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ حجۃ الوداع کا بیان صرف چھ سطروں میں کیا ہے جبکہ دوسری روایات کی رو سے وہ کافی طویل خطبہ تھا۔ میں عرض کروں گا کہ یہ نکتہ و اعتراض اٹھانا صرف ان کی اس جسارت اور حدود ناشناسی کا وبال ہے جسکے وہ حضرت ابوبکرہ کے مقابلے میں عمر فاروق بن کر مرتکب ہوئے ہیں۔ ورنہ کس راوی کے سلسلے میں اس نکتہ اعتراض کی کہیں سے کہیں تک کوئی سند نہیں پائی جا سکتی۔ علم حدیث کا کوئی طالبعلم بھی یہ نکتہ اعتراض سنے گا تو ہنسی نہ روک سکے گا۔ اس لئے کہ ایسے تو بہت سے واقعات ہیں جن کے مختلف حصے مختلف روایتوں میں بیان ہوئے ہیں۔ خود حجۃ الوداع ہی کے بعض اور اجزاء بھی اس طرح بیان ہوئے ہیں۔ مولانا نے حد ہی کر دی ہے۔

والسلام

(عتیق الرحمن سنبھلی)

سیرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عید

شاہ بلیغ الدین

ہجرت کے دوسرا سال اور شوال کا پہلا دن تھا کہ بنو نجار کی گلیوں سے پرے، بستی کے باہر اہل ایمان رواں دواں تھے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر تکبیرات تھیں۔ سبھی صحابہؓ یہ تکبیرات تشریق دہراتے جا رہے تھے........

اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الہ الااللہ و اللہ اکبر، اللہ اکبر وللہ الحمد

.......اللہ تو بڑا ہے اللہ تو بڑا ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں بے شک اللہ ہی بڑا ہے، ہاں اللہ ہی بڑا ہے اور اللہ ہی کے لئے تمام حمد و ثناء زیبا ہے....... بستی سے باہر لیکن بستی سے قریب یہ میدان تھا جہاں اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا آوازہ گونج رہا تھا۔ یہ میدان اہل ایمان کی اجتماعی اور خاص عبادتوں کے لئے مخصوص ہو گیا۔

عید گاہ

قحط کا موسم تھا۔ اللہ کے رسول نے اسی میدان میں گڑگڑا کر بارگاہ الٰہی میں دعائیں مانگیں۔ صحابہ کرامؓ کی دل کی گہرائیوں سے آمین آمین کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح مسلم میں ہے اس موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کی پشت آسمان اور ہتھیلیاں زمین کی طرف تھیں۔ اس وقت روئے زمین پر ان دعا مانگنے والوں سے بڑھ کر اللہ کے پیارے کوئی تھے ہی نہیں بلکہ ان کی عظمت ازل سے ابد تک سب سے بڑھ کر ہے کہ ان کے امام سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو من و سلویٰ عطا فرمانے والے فاطر السموات والارض نے بادلوں کو حکم دیا کہ کھجوروں کے جھنڈ کی طرف بڑھیں اور پانی کے موتی برسائیں۔ مدینے کی پیاسی زمین جل تھل ہو گئی۔ مدینے کے رہنے والے بوند بوند پانی کو ترس رہے تھے۔ نہال ہو گئے۔

سیدنا عمرؓ نے بھی اپنے دور خلافت میں قحط پڑا تو صحابہ کرامؓ کو اسی میدان میں جمع کر کے دعا مانگی تھی اور ان کے لئے بھی درِ اجابت وا ہوا تھا۔

ان ربیّ لسمیع الدّعاء

بے شک میرا رب دعا کا بڑا سننے والا ہے

عید اور استسقاء کی نمازیں جس میدان میں پڑھی گئیں وہاں آج ایک مسجد کھڑی ہے۔ اسے مسجد غمامہ کہتے ہیں...... بادلوں والی مسجد! اب یہ مسجد بستی کے باہر نہیں رہی یہ تاریخ اسلام کی پہلی عید گاہ ہے۔

تین نیزے

سیدنا زبیر بن عوامؓ جب ہجرت حبشہ سے لوٹ رہے تھے تو نجاشی نے ان کے ذریعے اللہ کے رسول کی

خدمت میں حربے روانہ فرمائے تھے۔ حربہ یا سانگ چھوٹا نیزہ ہوتا ہے۔ یہ اس زمانے میں حبشہ کا خاص ہتھیار سمجھا جاتا تھا۔ حربہ پھینکنے میں حبشی بڑی مہارت رکھتے تھے۔ میدان احد میں وحشی نامی حبشی نے سیدنا حمزہؓ کو اپنے حربے ہی سے نشانہ بنایا تھا۔ حبشہ میں رہ کر سیدنا زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حربہ پھینکنے میں کمال حاصل کیا تھا۔

جب یہ نیزے نجاشی کی طرف سے خدمت نبوی میں پیش کئے گئے تو اللہ کے رسول ﷺ بہت خوش ہوئے ایک تو تحفہ پھر ایسے فرد کا تحفہ جس نے صحابہ کرامؓ کو اپنے دامن عاطفت میں پناہ دی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک حربہ خود رکھ لیا، ایک سیدنا عمرؓ کو عطا فرمایا، تیسرا حربہ حضرت علیؓ کو عنایت ہوا یا حضرت زبیرؓ کو۔ خیال ہے کہ جنگ بدر میں ابو کرش کو حضرت زبیرؓ نے اسی نیزے سے نشانہ بنایا تھا۔ اس معرکے پر اللہ کے رسول ﷺ نے خوش ہو کر ان سے وہ نیزہ یادگار کے طور پر لے لیا تھا۔ یہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی روایت ہے پھر یہ نیزہ سلسلہ وار تینوں خلفائے راشدین کے پاس یادگار رہا۔ ان کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر کو ملا۔

پہلی عید

بدر کی شاندار فتح کے بعد اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ مدینتہ النبی لوٹے تو کوئی آٹھ دن بعد عید الفطر آئی۔ رمضان کے روزے اسی سال شعبان میں فرض ہوئے تھے۔ یہ مسلمانوں کے لئے بڑی خوشی کا موقع تھا۔ کئی باتیں تھیں جن کی خوشیاں اکھٹی ہو گئی تھیں۔ نماز کے بعد اب ایک اور عبادت روزے کی فرض ہوئی تھی۔ مدینتہ النبی میں یہ پہلا فرض اہل ایمان پر عائد ہوا۔ جہاد کی فرضیت کے بعد پہلے سب سے بڑے معرکے میں اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی اور اسے یعنی یوم بدر کو یوم الفرقان قرار دیا۔ غنیمت کو مسلمانوں کے لئے جائز قرار دیا گیا اور پھر یہ مسلمانوں کی پہلی عید تھی! اس سے پہلے مسلمانوں کے پاس اجتماعی خوشی کا تصور نہ تھا۔

حضور اکرم ﷺ نے یکم شوال ۲ھ کی پہلی عید کا اہتمام فرمایا۔ محدثین لکھتے ہیں کہ جمعہ اور عیدین کے موقع پر آپ خاص طور پر نہاتے اور اچھے سے اچھا لباس جو میسر آتا پہنتے۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن حابس کہتے ہیں کہ حبر الامت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نبیِ اکرم ﷺ کے ساتھ عید کی کسی نماز میں شریک ہوئے تھے۔ انہوں نے فرمایا...... ہاں! پھر فرمایا میں چونکہ آپ کا چچا زاد بھائی تھا اس لئے گھر سے باہر تک آپ ﷺ کی تمام مصروفیات میری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ آپ کاشانۂ نبوت سے چلے تو اس نشان کے قریب پہنچے جو کثیر بن صلت کے گھر کے پاس ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اپنی ہجرت کے بعد جو عید مدینے میں آ کر ادا کی اسکا تذکرہ کیا ہے۔ کثیر بن صلت کا گھر مسجد غمامہ ہی کے پاس تھا۔

بخاری میں حضرت براء بن عازبؓ کی ایک روایت ہے کہ نماز عید کے لئے رسالت پناہ ﷺ بقیع کی طرف تشریف لے گئے۔ زادالمعاد میں ہے کہ عید گاہ مدینتہ النبی کے مشرقی کنارے پر تھی۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں اب مسجد غمامہ کھڑی ہے۔

نجاشی

مختلف بیانوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ جب نماز عید کے لئے گھر سے باہر تشریف لے آئے تو ایک جلوس کی سی شکل بن آئی۔ حضرت بلالؓ آنحضرت ﷺ کے آگے آگے تھے۔ اور ان کے ہاتھ میں وہی حربہ تھا جو نجاشی نے بطور تحفہ بھیجا تھا۔ اصحمہ کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد جب دنیا کے حکمرانوں کو ایمان لے آنے کے لئے خطوط لکھے تو اصحمہ کو بھی ایک خط بھیجا تھا۔ اس نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اسی لئے مدینے میں اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی تھی۔ اصحمہ بن ابجر کو اللہ کے رسول نے پہلا خط حضرت جعفر طیارؓ کے ذریعے روانہ کیا تھا۔ اسکا تذکرہ ڈاکٹر حمید اللہ نے الوثائق السیاسیہ میں بھی کیا ہے۔ اصحمہ کا شمار بعض نے صحابہ میں کیا ہے۔ لیکن زیادہ محتاط بات یہ ہے کہ وہ تابعی تھے۔ وہ واحد مسلمان ہیں جنکی نماز جنازہ اللہ کے رسول ﷺ نے پڑھی۔ نجاشی عیسائی گھرانے میں پیدا ہوئے لیکن ان کی فطرت نیک اور راستی کی طرف مائل تھی۔ حبشہ کی پہلی ہجرت سے قبل حضور اکرم ﷺ نے نجاشی کے اعلیٰ اخلاق کا ذکر فرمایا تھا۔ اس نے مہاجرین حبشہ کو عزت سے رکھا۔ دنیا کے اور حکمرانوں کی طرح جب اسے اللہ کے رسول ﷺ کا خط ملا تو اس نے اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا اور اپنے بیٹے کو اپنا خط دے کر مدینۃ النبی بھیجا۔

علامہ ذھبی نے لکھا ہے یہ لڑکا راستے میں مر گیا۔ صحابہ کرامؓ جو حبشہ ہجرت کر گئے تھے مدینہ لوٹنے لگے تو اس نے دو خصوصی جہازوں کا انتظام کیا۔ سیدہ ام حبیبہؓ جو حبشہ میں تھیں اللہ کے رسول ﷺ کے نکاح میں آئیں تو سارا اہتمام نجاشی ہی نے کیا تھا۔

سنت نبوی ﷺ

جامع ترمذی میں حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ عید کی نماز کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدل تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس راستے سے تشریف لے جاتے اس سے واپس نہیں آتے تھے بلکہ راستہ بدل کر گھر لوٹتے تھے۔ اس کا ایک مقصد تو یہ تھا کہ مسلمانوں کی چہل پہل کا نظارہ زیادہ سے زیادہ مشرکین دیکھ سکیں تاکہ انہیں مسلمانوں کی اجتماعی شان اور قوت و تعداد ظاہر ہو۔ دوسرا یہ کہ اسطرح راستہ بدلنے سے دونوں راستوں کے ان مکینوں کو جو اہل ایمان ہوتے سلام کرنے کا موقع میسر آتا تھا۔ ایک وجہ اور بھی ہو سکتی ہے وہ یہ کہ عید گاہ اور مسجد کو جانے والے کو ہر قدم پر ثواب ملتا ہے۔ عیدین کے موقع پر آپ ﷺ عملاً اس کا مظاہرہ کرتے تھے۔ آتے جاتے آپ ﷺ تکبیرات تشریق کا ورد کرتے رہتے۔ عید قربان کے موقع پر آپ ﷺ آتے جاتے تکبیرات اونچی آواز میں ورد کرتے۔ عید الفطر کے موقع پر آہستہ پڑھتے۔

سیدنا حضرت بلالؓ جب نیزہ لئے بستی سے باہر نکلتے۔ اور اس میدان میں داخل ہوتے جسکا پہلے تذکرہ کیا گیا ہے تو حربہ اس مقام پر زمین میں نصب کرتے۔ جہاں سے اللہ کے رسول ﷺ عید کی نماز کی امامت فرمانے والے ہوتے۔ اسطرح اس حربے یا نیزے کی حیثیت سترے کی ہو جاتی۔ سترہ اس آڑ کو کہتے ہیں جو کھلے مقام پر نمازی

اپنے آگے رکھ لیتے ہیں تاکہ آنے جانے والے نمازی کے آگے سے گزرنے سے پرہیز کریں۔ عید کی نماز کی اذان اور اقامت نہیں ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ عیدین کے موقع پر آپ ﷺ پہلے نماز پڑھتے پھر دو خطبے ارشاد فرماتے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ عیدین کے خطبوں کے درمیان میں تکبیریں پڑھتے اور انہیں دھراتے رہتے۔

ابن عباسؓ کی ایک روایت ہے کہ عید الفطر کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھائی، خطبہ دیا پھر آپ ﷺ عورتوں کی صفوں کی طرف آئے اور انہیں کچھ نصیحتیں فرمائیں اور صدقے کی ترغیب دلائی۔ حضرت بلالؓ ایک چادر میں صدقات جمع کر رہے تھے۔ عورتوں نے اپنی انگوٹھیاں گلے اور کان کا زیور اتار اتار کر ان کی جھولی میں ڈالدیا۔ حضرت بلالؓ کو اللہ کے رسول ﷺ نے صدقات اور غنیمت جمع کرنے اور تقسیم کرنے کی ذمہ داریاں کئی بار عنایت فرمائیں۔

اللہ کے رسول عیدین کا خطبہ زمین پر کھڑے ہو کر دیتے۔ اس غرض کے لئے مدینۃ النبی سے منبر نہ لے جایا جاتا۔ کبھی کبھی آپ ﷺ سواری پر بیٹھکر بھی خطبہ دیا کرتے تھے۔ کبھی آپ کے لئے ایک کچا چبوترہ بنا دیا جاتا۔ خطبے میں آپ شرعی مسائل بیان فرماتے، مسلمانوں کو نصیحت فرماتے اور اگر جہاد کے دن ہوتے تو لشکر کی روانگی کا اعلان فرماتے۔

احکام

حضرت ام عطیہؓ کی روایت صحیح بخاری میں ہے کہ عورتوں کو عید گاہ جانے کی اجازت تھی۔ امہات المومنین اور صاحبزادیاں بھی عید گاہ تشریف لے جاتی تھیں لیکن خواتین زیب و زینت کر کے نہ جاتی تھیں۔ جامع ترمذی میں ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کسی عورت کو بناؤ سنگار کر کے مسجد جاتے دیکھتے تو واپس جانے کو فرماتے۔

اللہ کے رسول ﷺ عید گاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دیتے تھے۔ صدقہ فطر عید ہی کے دن صبح واجب ہوتا ہے۔ اس لئے جو بچہ عید کی صبح پیدا ہو اسکا فطرہ بھی ادا کیا جاتا ہے۔ صدقہ فطر عید سے پہلے یا عید کے بعد کسی وقت بھی دیا جاسکتا ہے۔ یہ قضاء نہیں ہوتا۔ زندگی بھر میں کبھی بھی دیا جاسکتا ہے۔ امام عبدالرزاق نے عبد بن ثعلبہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ۲ ھ میں عیدالفطر سے دو روز پہلے ایک خطبہ حضور اکرم ﷺ نے دیا اور فطرہ ادا کرنے کی ہدایت فرمائی۔ یہ فرض نہیں واجب ہے۔ ہر کھاتا پیتا آدمی اپنے اور اپنے کنبے کی طرف سے فطرہ نکالے گا چاہے وہ زکواۃ دینے کے قابل ہو یا نہ ہو؟

نبی کریم ﷺ عید الفطر کی نماز دیر سے پڑھتے لیکن عید قربان میں جلدی کرتے۔ دوگانہ عید سے پہلے یا بعد میں آپ ﷺ کوئی نفل نہ پڑھتے۔ عید کی نماز اگر امام کے ساتھ نہ ملے تو پھر قضا نہ پڑھی جائے۔ عید کی نماز کے

لئے جماعت شرط ہے۔ چنانچہ عید کے موقع پر ایک سے زیادہ جماعتیں ہوسکتی ہیں۔

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسالتمآب ﷺ عید الفطر کے دن کچھ کھا کر نکلتے۔ حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ آپ کھجور سے افطار کرتے اور پھر عیدگاہ تشریف لے جاتے۔ کھجوریں آپ ہمیشہ طاق عدد میں کھاتے تھے۔ ۳، ۵، ۷ وغیرہ۔ عید قربان کے موقع پر آپ ﷺ سوا پہر کا روزہ رکھتے۔ عیدگاہ بغیر کچھ کھائے پیئے جاتے اور عیدگاہ سے واپس آ کر کچھ کھاتے۔ اس موقع پر اپنی دی ہوئی قربانی کا گوشت تناول فرماتے۔

سنن ابن ماجہ میں ہے ایک تابعی نے حضرت زید بن ارقمؓ سے پوچھا کہ آپ کو کبھی ایسا اتفاق بھی ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں کسی جمعہ کو عید آئی ہو؟ انہوں نے جواب دیا۔۔ ہاں! سوال ہوا --- اس دن سرور کائنات ﷺ کا کیا عمل تھا۔ حضرت زیدؓ نے فرمایا--- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز پڑھ کر جمعہ کی نماز کی رخصت دیدی۔ مطلب یہ کہ جو اللہ کے بندے مسجد میں جمع ہو جائیں وہ تو جمعہ پڑھ لیں جو گھر پر نماز ادا کریں وہ ظہر کی نماز پڑھ لیں۔ ابن عباس کی روایت ابن ماجہ ہی میں ہے کہ--- تم میں سے جس کی خواہش ہو عید کی نماز کو جمعہ کا اجتماع بھی سمجھ لے لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے جمعہ کی نماز بھی ادا فرمائی ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ عید کی نماز بستی سے باہر ہی پڑھتے تھے۔ صرف ایک مرتبہ مدینے میں بارش کی مجبوری ایسی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں عید کی نماز ادا کی۔

شکرانہ

عید کا دن خوشیوں کا دن ہے۔ یہ ایسا خوشیوں کا دن ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔ اس لئے جناب رسالتمآب ﷺ اس دن بہت خوش رہتے۔ آپ عید کے دن کثرت سے ملاقاتیں کرتے عیدگاہ آنے جانے کا راستہ بدلنے کا ایک مقصد زیادہ سے زیادہ لوگوں سے ملنا بھی ہوتا۔ عید کے موقع پر اختلافات بھلا دینا اور دور دراز آ کر ایک دوسرے سے ملنا خوشیوں میں اضافہ کرتا ہے۔ غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرنا انہیں کھلانا پلانا بھی عید کی خوشیوں میں اضافہ کرتا ہے۔ عید الفطر میں زیادہ دھوم دھام رہتی ہے۔ حالانکہ عید قربان بڑی عید ہے۔ دوگانہ عید اصل میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکرانہ ہے۔ ہر خوشی کے موقع پر دوگانہ پڑھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

فدائے احرار، عظیم مجاہد آزادی
مولانا محمد گل شیر شہید
مؤلف، محمد عمر فاروق : قیمت /۱۵۰ روپے

صاحب طرز ادیب، مفکر احرار
چودھری افضل حق رحمہ اللہ کی
نایاب اور اہم کتاب "شعور"
قیمت — ۳۵ روپے

حسن انتخاب

سید ذوالکفل بخاری

حق کی راہ میں فنا ہو جانے کا ناقابل فنا عشق

کیا اس بات کو کہنا چھوڑ دوں، جس کو اچھا سمجھتا ہوں؟

ابوالکلام آزاد رحمتہ اللہ علیہ

مولانا ابوالکلام آزاد...... ادیب، خطیب، مفسر، صحافی، عالم دین اور سیاست دان تھے...... اپنے رنگ میں منفرد، اپنی شان میں یگانہ۔ بقول شورش کاشمیری۔۔۔

"۱۸۵۷ء کی خونخواری کے بعد ۱۹۱۰ء میں اسلام کی پہلی آواز جس نے مسلمانوں کی پلکوں سے نیندیں اتاریں اور ان کے کانوں کا جھومر بن گئی"

الہلال...... مولانا کا ہفتہ وار رسالہ تھا اور مولانا کی بھرپور شخصیت کا بھرپور عکس! علامہ سید سلیمان ندوی بھی مولانا کے رفیق کار تھے اور "الہلال" کے محاذ سے تحریک حریت میں پیش پیش تھے۔ ایک وقت آیا کہ سید صاحب نے "الہلال" کو خیر باد کہہ دیا۔ ابوالکلام نے بہتیرا سمجھایا، بجھایا اور منایا لیکن سید صاحب مان کر نہ دیے۔ اور بعد میں...... اس ایک بات کے افسانے بن گئے کیا کیا!

مولانا عبدالماجد دریابادی نے سید صاحب کے خطوط یکجا شائع کئے تو مولانا آزاد کے ایک خط کو بھی ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا جو اس قصے کے ضمن میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

اس خط کی اصل اہمیت یہ ہے کہ اس سے کردار کی وہ عظمت آشکارا ہوتی ہے اور اس روشنیٔ طبع کا سراغ ملتا ہے۔ جو خلوص نیت، یقین محکم اور عمل پیہم کی اصل ہے اور فی زمانہ علماء، وصوفیا میں عنقا ہے۔

اب آپ پہلے مولانا عبدالماجد دریابادی کی وضاحتی سطور پڑھیں گے اور پھر مولانا آزاد کا تاریخی مکتوب۔

(ذوالکفل بخاری)

نشیب و فراز، پیچ و خم جس طرح کہ بشری زندگی کا جزو ہوتے ہیں، ان کی پوری عکاسی ان خطوط میں بھی موجود ہے۔ ۲۷ سال کی عمر بھرپور جوانی کی عمر سے لے کر ۶۷ سال کی پختہ عمر تک جتنی منزلیں طے ہونے کی تھیں، سب ہی کے نقشے ان صفحات میں آتے گئے ہیں۔ غم و غصہ۔ صدمات خانگی، شوخی و ظرافت معاصرانہ چھیڑ چھاڑ، دینی حرارت، علمی سنجیدگی، متانت، ناگواری، طنز، سیاسی چاشنی، سب ہی کی جھلکیاں اپنی اپنی جگہ ان اوراق میں محفوظ ملیں گی۔

سب سے نازک مسئلہ شخصیات کا ہوتا ہے۔ ممکن نہ تھا کہ معاصر شخصیات کا تذکرہ ہر جگہ مدح و تحسین ہی کے ساتھ ہو۔ یقیناً ناگواری، نکتہ چینی اور تلخی کے نمونے جابجا نظر آئیں گے۔ اور اپنے ہیرو یا مقتدا کا ذکر، ذکر خیر کے سوا۔ ہر پڑھنے والے پر گراں گزرنا بھی ایک امر طبعی ہے۔ لیکن اس کے لئے جامع کی ایک حد تک معذوری بھی ظاہر

ہے...... بہر حال ناظرین کرام اس کے لئے تیار رہیں کہ کہیں کہیں ان کے جذبات کو دھچکا ضرور لگے گا- اور اس کے لئے جامع شروع ہی میں ان کے عفوو کرم کا خواستگار ہے۔

معاصروں میں ایک نامور شخصیت ضرور ایسی ہے جس کے متعلق اپنا ذہن پہلے ہی صاف کر لیں تو بہتر ہے۔ مراد مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم و مغفور سے ہے۔ مرحوم کی ابتدائی زندگی جنھوں نے نہیں دیکھی ہے۔ وہ ان کی محض تحریروں اور آخری حصہ زندگی سے اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ سید صاحب انکے بے تکلف دوستوں میں تھے اور لکھنؤ اور کلکتہ دونوں میں انہیں بہت قریب سے دیکھ چکے تھے۔ انہیں اپنے علم و بصیرت کے مطابق ان میں بہت سی قابل اعتراض باتیں نظر آئیں۔ اس کا اظہار اس مجموعہ کے شروع ہی کے خطوں میں ہے۔ مولانا آزاد پر یہ بات ڈھکی چھپی نہ رہی۔ پوری طرح واضح ہو چکی تھی۔ انہوں نے سید صاحب سے صراحت کے ساتھ پوچھا کہ آخر آپ کی رنجش کے اسباب کیا کیا ہیں۔ یہ شرافت تو ان کی طرف سے ظاہر ہوئی۔ سید صاحب نے بھی بہ کمال شرافت ان کی اس فرمائش کو قبول کر کے اپنے اعتراضات نمبر وار لکھ بھیجے۔ مولانا آزاد نے اب اس سے بھی بڑھ کر نیبی شرافت کا ثبوت یوں دیا۔ کہ سارا مکتوب سکون قلب کے ساتھ پڑھکر اس کا مفصل و مکمل جواب لکھا۔ اس میں پبلک زندگی اور نجی زندگی سے متعلق بعض اعتراضات کو من و عن تسلیم کر لیا۔ بعض کے لئے اعتراف کیا کہ کوشش اصلاح ہو رہی ہے اور بعض کی صاف تردید کر کے سید صاحب کو لکھا کہ اس بارے میں خود آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ مکتوب مولانا آزاد کے ہاتھ کا لکھا ہوا تقریباً پورے کا پورا (یعنی بجز بالکل آخری حصہ کے) دارالمصنفین کے ذخیرے میں مل گیا۔ اور اس کی نقل حاشیہ پر اپنے مناسب موقع پر درج ہے۔ اس سے کسی بھی صاحب فہم کے نزدیک مولانا مرحوم کے مرتبہ میں کمی انشاء اللہ نہ ہو گی۔ بلکہ ان کے ظرف کی عظمت میں اور اضافہ ہی ہو گا--- یہ مکتوب شروع ۱۹۱۴ء کا ہے۔ ۱۹۱۸ء سے کہنا چاہئیے کہ مولانا مرحوم کی زندگی میں خود ایک انقلاب عظیم ہو گیا۔ اور اصلاح کا پہلو کہیں زیادہ روشن ہو گیا۔ اس لئے اس دور سے قبل کی سرگزشت پر خط تنسیخ ہی پھرا ہوا سمجھئے۔ خود سید صاحب بھی اخیر زمانہ میں مولانا کی طرف سے بڑی حد تک صاف ہو گئے تھے۔ بلکہ درمیان میں تو ایک دور خاص لطف و محبت کا بھی آ گیا تھا..... ان خطوط کے جامع کو جو اختلافات مدیر الہلال سے تھے۔ وہ ۱۷ء، ۱۸ء تک کہنا چاہئیے کہ ختم ہی ہو چکے۔ اور اس کے بعد سے مرحوم سے مجالست و رفاقت کی سعادت خلافت کمیٹی وغیرہ کے سلسلے میں برسوں حاصل رہی۔

مولانا کی ملک گیر شہرت و شخصیت کے پیش نظر یہ تصریحات ضروری تھیں۔ (عبدالماجد دریابادی)

مکتوب مولانا ابوالکلام بہ نام سید صاحب

صدیقی الجلیل الاعز

میں تو جواب سے مایوس سا ہو گیا تھا لیکن الحمدللہ کہ آپ نے جواب عنایت فرما کر احسان عظیم کیا۔ جس وقت خط آیا، میرے گھر میں مرض قدیم کا دورہ شروع ہو گیا تھا، اور اب تک ہے۔ پھر باوجود اس حالت کے، ایک ضرورت شدید سے دہلی چلا گیا۔ بانکی پور ٹھہرا، اور ان اسباب سے جواب میں تاخیر ہو گئی۔ خواستگار معافی ہوں۔

برادر جلیل و اعز!

سب سے پہلے تو میں آپ کا سچا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے سچائی اور راست بازی کے ساتھ حسب وعدہ

اپنے تمام خیالات ظاہر کر دیے۔ اور اسکے بعد احسان مند ہوں، اس احسان عظیم کے لئے کہ آپ کے اس اظہار خیال سے مجھے بہت فائدہ پہنچا۔ آپ یقین فرمائیں کہ آپ کے خط کو میں نے تین بار پڑھا اور اس کے اثر سے بہت دیر تک روتا رہا۔ نہ اس لئے کہ آپ نے جو کچھ لکھا وہ سب کچھ سچ تھا۔ بلکہ اس لئے کہ اس میں سچ بھی تھا۔ جس کے لئے میرے دل نے گواہی دی اور جو حالت ہمیشہ رہتی ہے اس کے لئے ایک تحریک قوی و مزید ہو گئی۔

آپ نے کل دس باتیں لکھی ہیں۔ ان میں کچھ تو خاص میری ذات کے متعلق ہیں، کچھ الہلال کی تحریر و مضامین کے متعلق، اور کچھ مالی امانت و خیانت کے متعلق۔

ان میں پہلی قسم بالکل سچ ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو اس احتساب حق کا اجر اور مجھے توفیق عمل دے۔ دوسری قسم کا تعلق جہاں تک ارادہ اور نیت سے ہے پورے یقین کے ساتھ انکار کرتا ہوں۔ علم اللہ کہ آغاز کار سے اس وقت تک کبھی بھی میرا خیال اس شیطنت و ابلیسی ادعا کا نہیں ہوا۔ واللہ علی اقول شہید۔ مگر ممکن ہے کہ میری تحریروں سے ایسا خیال ہوتا ہو۔ اگر ایسا ہے تو میں ذمہ دار ضرور ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔

البتہ تیسری قسم سے الحمدللہ کہ بکلی منکر ہوں۔ آپ کو اس بارے میں وہی غلط فہمی ہوئی۔ جس کا مجھے خیال ہوا تھا اور تذکرہ آپ نے مولوی عبدالرحمن گیلانوی سے غالباً کیا تھا۔

آپ کو معلوم ہے کہ میری حالت ابتدا سے کچھ عجب طرح کی ہے۔ میں نے ایک مذہبی سوسائٹی میں پرورش پائی۔ لیکن ایسے اسباب جمع ہوئے کہ مجھ پر ان کا کچھ اثر نہیں پڑا۔ پھر میں طرح طرح کی بداعمالیوں میں پڑ گیا۔ اور شاید ہی فسق و فجور کا کوئی درجہ ایسا ہو جو مجھ بدبخت سے رہ گیا ہو۔ عملاً یہ حال تھا اور اعتقاداً ملحد یا مثل ملحد کے تھا۔ یہ حالت عرصے تک رہی۔ لیکن اتنا ضرور تھا کہ اس عالم میں کبھی کبھی انفعال و انابت کا قوی دورہ ہو جاتا، لیکن پھر قائم نہ رہتا۔

تقریباً ۵ برس ہوئے ہیں جبکہ میں بمبئی میں تھا کہ یکایک بعض حالات غم آلود ایسے پیش آئے کہ میری حالت میں انقلاب عظیم ہو گیا۔ اور خدا تعالیٰ نے توبہ و انابت کی توفیق دی۔ میں نے عہد واثق کیا کہ جمیع منہیات سے محترز رہوں گا، اور اس کے بعد اوامر پر عمل کروں گا۔

اس سے یہ تو ضرور ہوا کہ عملاً اعمال فسق و فجور ترک ہو گئے اور پھر ان کی طرف قدم نہیں بڑھا۔ لیکن جس چیز کو دل اور جذبات کا تقویٰ کہتے ہیں وہ حاصل نہیں، اور دل میں گناہ کی خواہش پیدا ہوتی رہی۔

اس کے بعد وقت گزرتا گیا اور میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ جس قدر ایک آدمی اندر ہی اندر اپنے تئیں بدل دینے کی کوشش کر سکتا ہے میں نے کی، لیکن سچی خدا پرستی کے حاصل کرنے سے عاجز رہا۔

یہ تو آپ نے صحیح نہیں لکھا کہ میں صوم و صلوٰۃ کا پابند نہیں، لیکن میرے خیال میں ایک لحاظ سے بالکل صحیح ہے، کیونکہ جو چاہتا ہوں وہ میسر نہیں ہے۔

اب میری موجودہ حالت جو کچھ ہے، وہ میں آپ پر ظاہر کرتا ہوں۔ میں عملاً تو منہیات اخلاق سے بچا ہوا ہوں، لیکن اس پر مطمئن نہیں اور دل اور خیال کا گناہ باقی ہے۔ طبیعت میں استغفار اور ولولۂ انابت نہایت قوی ہے۔ اور جیسا کچھ ہے اسے بیان نہیں کر سکتا۔ اور وہی ایک شے ہے، جس پر جی رہا ہوں لیکن استقامت حاصل نہیں

ہوتی اور کوشش کرتے کرتے تھک جاتا ہوں۔

آپ کو معلوم نہیں کہ میں حزب اللہ کے متعلق مضامین لکھ کر پھر کیوں چھوڑ دیتا ہوں۔ حالانکہ اس کا ابتدائی کام بالکل آسان ہے۔ اور ہر وقت کیا جا سکتا تھا۔ صرف اس لئے کہ ضرورت کے حس اور طبیعت کے جذبات کی بیخودی میں سلسلہ شروع کرتا تھا اور پھر اپنے تئیں دیکھتا تھا تو اہل نہیں پاتا تھا۔ حتیٰ کہ گزشتہ ذی الحجہ میں جب اپنی زندگی کی تمام چیزیں بدل دینے کا قطعی اور آخری فیصلہ کر لیا۔ اور موانع کو ہٹانا شروع کیا تو پھر آخری بار اس کا اعلان کیا، اور اب کام شروع کر دیا ہے۔

رہی یہ بات کہ آپ لکھتے ہیں کہ تم کیوں لوگوں کو دینی پابندی کی تعلیم کرتے ہو؟ تو یہ سوال صدہا بار خود اپنے دل سے بھی کر چکا ہوں، اس کے جواب میں دو باتیں کہوں گا۔

اول تو دینی پابندی سے مقصود، بمقابلۂ الحاد و ترک اعمال دینیہ، حتی الامکان اعتقاد و عمل بالاسلام ہے اور اس کا تعلق جہاں تک ارکان و جوارح سے ہے، کرتا ہوں۔

دوسرے حق کا اظہار ہر مسلمان کا ویسا ہی فرض ہے جیسے نماز پڑھنا اور گویا عبادت، پھر اگر لوگوں سے کہتا ہوں کہ اچھے کام کریں اور حق کو حق سمجھیں۔ تو اپنا ایک فرض ادا کرتا ہوں۔ باقی فرائض میں اگر مجھ سے قصور ہو تو اس کی وجہ سے اس فرض کو کیوں چھوڑوں۔ لیکن ان تمام باتوں کے علاوہ ایک شے البتہ مجھ میں ہے اور اس کا ہونا میرے لئے اس درجہ یقینی ہے کہ میرا تمام غم و الم اس کو دیکھ کر دور ہو جاتا ہے۔ یعنی حق کی خدمت کرنے کا غیر متزلزل اور راسخ جذبہ اور اس کی راہ میں فنا ہو جانے کا ناقابل فنا عشق اور آج تین سال سے یہ اس طرح روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے کہ ایک منٹ اور ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی چیز اس پر غالب نہیں آئی ہے۔ اور اس نے مجھے نہیں چھوڑا ہے۔ دنیا کی محبوب سے محبوب شے پر بھی وہ غالب ہے اور پورے وثوق اور اعتقاد کے ساتھ دعویٰ کرتا ہوں کہ کوئی شخص کیسا ہی جاں نثار حق ہو، مگر انشاء اللہ میں اس سے زیادہ جاں نثار اور مستقل ثابت ہوں گا۔

نیز یہ کہ مجھے خدا پر جو اعتقاد ہے وہ بہت ہی پختہ اور راسخ ہے، اور میں مذہب کی نسبت جو کچھ کہتا ہوں دل کے اصلی اور سچے جوش اور یقین سے کہتا ہوں۔ اور ان لوگوں کی طرح نہیں ہوں، جو رسماً کہتے ہیں۔ میں آپ سے کیا کہوں کہ مجھ پر کیسے کیسے وقت گزرتے ہیں اور کیسے کیسے خیالات طاری ہوتے ہیں۔ مجھکو یہی چیزیں روز بروز یقین دلاتی رہتی ہیں کہ خدا مجھ کو پورا تزکیہ اور کامل عمل ضرور عطا فرمائے گا۔ نیز یہ کہ مجھے ضائع نہ ہونے دے گا اور مجھ سے کام لے گا۔

میں متقی اور کامل الاعمال آدمی نہیں ہوں، مگر کیا کروں اور کہاں جاؤں؟ کیا اس بات کو کہنا چھوڑ دوں، جس کو اچھا سمجھتا ہوں؟ اور پھر باوجود اس کے اپنے دلی جوش کو کیسے دباؤں، جو خدا جانتا ہے کہ بڑا ہی قوی اور مجھے مبہوت ولایعقل کر دینے والا ہے۔

میں آپ سے جھوٹ نہیں کہتا اور اپنے یقین کے خلاف یقین دلانا نہیں چاہتا، میرا حال ایسا ہی ہو رہا ہے، میں کیا عرض کروں کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔

میں خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کوئی بیان آج تک نہیں کیا ہے، مذہب و راست بازی و خدا

پرستی و حق حریت کے متعلق، جس کے لئے ایک اصلی جوش اور دل کا ولولہ میرے اندر موجود نہ ہو

ولعنتہ اللہ علی الکاذبین

ہاں حال میں ایک شخص کا خط آیا ہے جو جناب کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ تم شراب پیتے ہو۔ اور اسی وجہ سے مولانا سلیمان چلے گئے۔ میں نے جی میں کہا کہ یہ تو سچ نہیں ہے۔ معلوم نہیں آپ کی نسبت اس کا بیان سچ ہے یا غلط؟ میں شراب پیتا تھا اور شراب پر کیا موقوف ہے۔ میں نے سبھی طرح کی سیہ کاریاں کی ہیں، لیکن الحمدللہ کہ خدا نے مجھے توبہ کی توفیق دی اور اب نہیں کرتا۔

"الہلال" کے متعلق آپ نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "دعوئ الہام وامامت و خود پرستی و تشخص و تکفیر اناس وادعاء تبختر وغیرہ وغیرہ"

میں نہیں سمجھ سکا کہ ایسا کہاں کہاں کیا ہے۔ اگر دعوئ الہام سے مقصود وہ مضامین ہیں، جن میں ایک مخصوص طرز تحریر سے خدا پرستی وفدا، حق ہونے کی تعلیم ہے، تو تعجب ہے کہ آپ ایسا سمجھیں۔ اگر اس کے معنی ادعاء الہام کے ہیں تو اس طرز کے چند مضامین آپ نے بھی لکھے ہیں جو از سر تا آخر انجیل کی زبان میں ہیں۔

تکفیر اناس سے اگر مقصود بعض خاص اشخاص کی تذلیل ہے، تو اس سے آپ بھی متفق ہیں۔ یعنی ان لوگوں کو جو قوم کو ضرر پہنچاتے اور آزادی کو روکتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی میں نے کسی کی تکفیر کی ہے، تو آپ ذرا کھول کر مجھے یاد دلایئے۔ واللہ باللہ میں سچے دل سے توبہ کروں گا اور اس سے بچوں گا۔

آپ نے لکھا کہ تم "میں" لکھتے ہو اور اس سے استدلال کیا ہے۔ لیکن میں نے بہت غور کیا اور سمجھ نہ سکا کہ اس سے کیا ہوتا ہے۔ میں تو میں اور ہم دونوں لکھتا ہوں۔ بعض موقعوں پر ہم تحریر میں اچھا نہیں معلوم ہوتا بربنائے انشاء و حسن بیان۔ دلیل اس کے لئے نہیں دی جا سکتی، تاہم اب اسے چھوڑ دوں گا اور کیا کروں۔

حزب اللہ کے متعلق جو آپ نے لکھا ہے کہ اس سے مقصود صرف اپنی پرستش کرانی ہے، تو اس کے جواب میں بھی اس کے سوا اور کیا عرض کروں کہ اگر ایسا چاہتا ہوں اور یہی میرا مقصود ہو تو اللہ اور اس کے ملائکہ کی مجھ پر لعنت۔ تعجب ہے کہ آپ کا ایسا خیال ہے۔

بیشک حزب اللہ کو انجمن کی طرح نہیں بنایا اور اور لوگ اس میں شریک نہیں کئے گئے۔ لیکن فرمایئے اس طرح مقاصد کے لئے جو چاہتا ہوں، کسے شریک کروں اور کون ہوتا ہے۔

خدا کے لئے تھوڑی سی زحمت اور گوارا کیجئے اور مجھے حوالہ دے کر اور مثالوں کے ساتھ بتلایئے کہ ادعاء نبوت ووحی کا خیال کیونکر آپ کو پیدا ہوا؟ تاکہ میں سمجھوں اور اس سے بچوں۔ میں مکمل نہیں سمجھ سکا۔ اگر کوئی اور شخص کہتا تو میں جواب نہ دیتا، لیکن آپ سے مجھے حسن ظن ہے۔ آپ کو راست باز اور مخلص سمجھتا ہوں۔ کہ بالوجہ آپ کوئی بات نہیں کہہ سکتے۔ ضرور اس کے اسباب ہیں۔

ایک دفعہ آپ نے چندہ کے متعلق لکھی ہے۔ اور اس کی بنا وہی واقعہ ہے جو میں سمجھا تھا۔ آپ نے لکھا ہے کہ میں نے اپنے سامنے لوٹ پڑتے دیکھا ہے میں اس غلط فہمی پر بہت متاسف ہوا۔ نیز معاف کیجئے گا، سوء اتفاق پر ہنسا بھی۔ اصل واقعہ ہے کہ انجمن مسجد کانپور کلکتہ کے جو جلسے ہوتے تھے۔ اس کے ایک جلسہ کا تمام روپیہ جو پہ

سو کئی روپیہ تھا۔ میرے یہاں آ گیا اور مسٹر قطب الدین نے جن کے پاس رہتا تھا۔ صندوق یہاں رکھ دیا اسی اثنا میں ٹون ہال کا جلسہ ہوا اور روپیہ کی ضرورت ہوئی، اسی میں سے لے کر روپیہ خرچ کیا۔ پھر ایک دن منشی عبد الجبار نے تنخواہ کے لئے روپیہ مانگا، روپیہ پاس نہ تھا اور بینک کا وقت گزر گیا تھا نیز دوسرے دن اتوار تھا۔ انہوں نے کہا کہ روپیہ موجود ہے، اس میں سے لے لیں، پرسوں آپ شامل کر دیجئے گا۔ یہ میں نے ضرور کیا کہ منظور کر لیا۔ اور مسٹر قطب الدین کو بلوا کر یا کنجی لے کر روپیہ لے لیا، اس کی تعداد ایک سو اسی تھی، جو تنخواہ میں کم ہوتے تھے۔ چندہ متفرق پیسوں، دونیوں، چونیوں میں تھا۔ اس کے ایک ہفتہ کے بعد ایک سو روپیہ کی پھر اسی طرح ضرورت ہوئی اور تین بج چکے تھے۔ بینک سے آ نہیں سکتا تھا۔ تحویل خالی تھا، میں نے کہا کہ جس قدر روپیہ باقی ہے سب نکال کر گن لو اور لے لو۔ بیشتر کا بھی روپیہ ہے، میں مسٹر رسول (خزانچی) کو چیک مجموعی رقم کا بھیج دوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد حساب کیا گیا ٹون ہال کے بعض ضروری مصارف کمیٹی نے منظور کئے اور میں نے تین سو نوے روپیہ کا چیک مسٹر رسول کو بھیج دیا۔ یہی نوٹ ہے جو جناب نے دیکھی اور اس کے بعد مولوی عبد الرحمن نے اس کا تذکرہ کیا۔ میں سمجھتا تھا کہ آپ بھی لکھیں گے۔ کاش آپ یہیں اس کا ذکر فرماتے، لیکن آپ بالکل خاموش رہے۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ بھی شان امانت کے خلاف ہے۔ مگر میں نے ضرور کیا، اور ایک مرتبہ اور بھی کر چکا ہوں۔ لیکن اس مرتبہ پانچویں روز واپس کر دیا اور اس مرتبہ دوسرے ہی دن الگ کیا اور ہفتے کے بعد بھیج دیا۔ پہلی مرتبہ بھی ایک سو تراسی روپیہ مجبوراً چندے سے لے کر دیئے تھے۔ جو پانچویں دن واپس کر دیئے۔

اسی بنا پر آپ نے لکھا ہے اور شک کیا ہے کہ چندوں کا بھی یہی حال ہو گا۔ بیشک آپ کے اس بیان سے دل بہت زخمی اور غمگین ہوا کہ آپ کے نزدیک میں ایسا حرام خور اور اخبث ہو گیا ہوں۔ لیکن پھر تسکین ہوئی کہ یہ بھی آپ اپنی ایمانی قوت اور راست بازی کی وجہ سے کہتے ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ میں نے خود بھی کچھ روپیہ اپنی حالت کے مطابق طرابلس اور بلقان میں دیا ہے اور سوائے چھے سو یا قریب چھے سو کی آخری رقموں کے جو مہاجرین کے لئے آئی تھیں اور نہیں گئیں، کیونکہ ایک سو پاؤنڈ کے انتظار میں رہا۔ اور الحمد للہ کہ ایک پائی بھی میں نے اپنے علم میں ضائع نہیں کی۔ اور یہ روپیہ بھی اب پرسوں چلا جائے گا، کیونکہ ڈاکٹر انصاری کو ایک شخص نے پچاس پونڈ دیئے ہیں اور دونوں شامل چلے جائیں گے۔

آخر میں آپ نے ایک اور مبہم بات لکھی ہے یعنی "تم مصروف و مشغول آدمی ہو، اپنے مکان کے حالات سے بے خبر رہتے ہو۔" اس کو بھی میں نہ سمجھ سکا۔ خدا کے لئے ابہام و اشارہ سے کام نہ لیجئے۔ نصیحت جب ہی کامل ہو سکتی ہے، جب مخاطب سمجھ سکے۔ بہ منت و ہزار عجز کہتا ہوں کہ اسے کھول کر لکھیئے۔

آپ کا وقت بہت ضائع ہوا۔ یہ تفصیل میں نے اس لئے نہیں کی کہ آپ کی مرضی کے خلاف آپ کو اور مجبور کرنا چاہتا ہوں۔ کہ آپ آئیے۔ اللہ کی مرضی ہماری خواہشوں سے بہتر ہے۔ مقصود صرف یہ ہے کہ میں آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ اور آپ کو نیک اور مخلص آدمی یقین کرتا ہوں۔ اسی لئے آپ کے خط نے مجھے بہت متاثر کیا اور جتنا حصہ اس کا سمجھ سکا اور مطابق پایا، اس سے مجھے بہت نفع ہوا۔ بس ان تفصیلات کا لکھ دینا بہتر تھا۔

آپ مجھے نہ بھولئے اور بھلانے کی کوشش نہ کیجئے اور میرے لئے دعا کیجئے۔ صرف یہی دعا جو میں مانگتا ہوں۔

یعنی خدا تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے اور میری عاجزیوں اور منتوں کو قبول کرے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو میں گمراہ ہو کر گمراہ کرنا چاہتا ہوں تو وہ مجھے دنیا سے اٹھا لے۔

حوالہ جات

گزشتہ ماہ (فروری ۹۴ء) کے شمارے میں پروفیسر صاحب کے مضمون "کیا احادیث نبوی ﷺ میں جھوٹ کی آمیزش ممکن ہے"..... میں حوالہ جات چھپنے سے رہ گئے تھے۔ ذیل میں وہ حوالہ جات درج کئے جا رہے ہیں۔

(۱) صحیح مسلم، کتاب الذہد ج-۲، ص-۱۴۱۴، و ترمذی، ج-۲، ص-۱۰۶

(۲) جامع بیان العلم، ص-۶۸،۶۷ (۳) ایضاً (۴) ایضاً

(۵) توجیہ النظر ص-۱۰ (۶) ایضاً

(۷) جامع ترمذی، ج-۲، ص-۱۰۷ (۸) تدریب الراوی، ص-۲۸۶

(۹) جامع بیان العلم، ج-۱، ص-۷۲ (۱۰) مسند دارمی، ج-۱، ص-۱۴۳

(۱۱) بخاری، ج-۱، ص-۲۱ (۱۲) تہذیب التہذیب ابن حجر، ج-۸، ص-۵۳

(۱۳) ترمذی ج-۱، ص-۹۲ (۱۴) اسد الغابہ ج-۳، ص ۲۲۴

(۱۵) تاریخ تدوین حدیث از مولانا مناظر احسن گیلانی ص، ۲۸۶ (۱۶) ازالۃ الخفاء ج-۲، ص ۲۴

(۱۷) اسد الغابہ ج-۳، ص ۲۲۴ (۱۸) طبقات ابن سعد ج-۳، ص ۲۰۶

(۱۹) جامع بیان العلم ص، ۱۲۲ ج-۲ (۲۰) صحیح مسلم ج-۲، ص ۱۷۷

(۲۱) تنقید العلم ص، ۴۵۷

امیر شریعت نمبر

○ خطیب الامت، بطلِ حریت، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے صد سالہ یوم ولادت ۱۹۹۲ء کے موقع پر ادارہ لقیب ختم نبوت اپنی خصوصی اشاعت "امیر شریعت نمبر (حصہ اول) پیش کر چکا ہے۔ اس نمبر کو اندرون و بیرون ملک اتنی پذیرائی ملی کہ بہت سے احباب اس کے حصول کیلئے ہمیں خطوط لکھ رہے ہیں ـــــ **تمام احباب اور قارئین** مطلع رہیں کہ اب ادارہ کے ذخیرہ میں بھی اس کے نسخے ختم ہو چکے ہیں۔

○ ہم اپنے وعدہ کے مطابق ان شاء اللہ جلد ہی امیر شریعت نمبر حصہ دوم قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ تفصیلات آئندہ کسی شمارہ میں شائع کر دی جائیں گی۔ (مدیر)

عہدِ تابعین میں کتابتِ حدیث

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس دارِ فانی سے رخصت ہونے کے وقت ایک لاکھ سے زیادہ ایسے لوگ موجود تھے جنہوں نے آپ ﷺ کی زیارت کی تھی اور یہ لوگ تمام اطراف و اکناف میں پھیل گئے تھے۔ امام حاکم نے تابعین کے پندرہ طبقات گنوائے ہیں جن میں سے آخری طبقہ کے لوگ وہ ہیں جنہوں نے حضرت انس بن مالک کی زیارت کی۔ کوفیوں میں عبداللہ بن اوفی کو، اہل مدینہ میں سائب بن یزید کو، اہل مصر میں سے عبداللہ بن حارث کو اور اہل شام میں سے ابوامامہ باہلی کو۔ خلف بن خلیفہ کو آخری تابعی تصور کیا جاتا ہے کیونکہ موصوف نے آخری صحابی ابوالطفیل عامر بن واثلہ سے مکہ میں ملاقات کی تھی (۱) تابعین میں جن حضرات نے حدیث کے علم کو حاصل کیا، محفوظ کیا اور آگے پہنچایا وہ یہ ہیں۔

سعید بن المسیب (۱۴ - ۹۳ھ) حسن بصری (۲۱ - ۱۱۰ھ) ابن سیرین (۲۳-۱۱۰ھ) عروہ بن زبیر (۲۲-۹۴ھ) علی بن حسین (۳۸-۹۴ھ) مجاہد (۲۱-۱۰۴ھ) شریح (- ۷۸ھ) قاسم بن محمد بن ابی بکر (۳۷-۱۰۶ھ) مسروق (- ۶۲ھ) اسود بن یزید (- ۷۵ھ) مکحول (-۷۵) ھمام بن منبہ (۴۰-۱۳۱) سالم بن عبداللہ بن عمر (-۱۰۶ھ) نافع (- ۱۱۷ھ) سعید بن جبیر (۴۵-۹۰ھ) اور انکے علاوہ سلیمان بن الاعمش، ایوب السختیانی، محمد بن المنکدر، ابن شہاب زہری۔ سلیمان بن یسار، عکرمہ، عطاء بن ابی رباح، قتادہ ابن دعامہ، عامر الشعبی، علقمہ، ابراہیم نخعی، اور یزید بن ابی حبیب نے احادیث کی ترویج میں زبردست کام کیا۔ "ان میں بیشتر وہ تھے جنہوں نے صحابہ کے گھروں میں صحابیات کی گودوں میں پرورش پائی تھی اور بعض وہ تھے جنکی عمر کسی نہ کسی صحابی کی خدمت میں بسر ہوئی" (۲)

ابراہیم بن یزید التیمی، جابر بن زید اور ابراہیم نخعی کے اسماء سرفہرست ہیں۔ مگر کتابت کا شوق برابر پروان چڑھ رہا تھا۔ چنانچہ اس عہد میں مصاحف مدونہ کی خاصی تعداد موجود تھی۔ (۳)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی کاوشیں:

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے علمی ماحول میں پرورش پائی انہیں علماء سے محبت و عقیدت تھی۔ وہ بنفس نفیس احادیث لکھا کرتے تھے۔ (۴) اور علماء کو حفاظت حدیث پر آمادہ کیا کرتے تھے اور علماء نے اس کی مخالفت نہیں کی کیونکہ اکابر تابعین کے ایک گروہ کی مخالفت کے باوجود انکے اذہان صاف تھے اور وہ محسوس کرتے تھے کہ احادیث کی کتابت وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ تاکہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ضائع ہونے سے محفوظ رہے۔

چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تمام علاقوں میں یہ حکم نافذ کردیا تھا کہ

"انظر واحدیث رسول اللہ فاجمعوہ" (۵) مزید فرماتے کہ۔ "انظر واحدیث رسول اللہ فاکتبوہ، فانی خفت دروس العلم و ذھاب اھلہ" (۶) عمر بن عبدالعزیز نے امام زہری کو اس کام کیلئے منتخب کیا نیز ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم اور قاسم بن محمد بن ابی بکر بھی نمایاں ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مختلف علاقوں سے جو مکتوبات اکٹھا کئے ابن شہاب زہری نے اسے ترتیب و تہذیب سے پیش کیا اور ابن عبدالعزیز نے انکو سارے ملک میں بھیج دیا ابن شہاب زہری فرماتے ہیں۔ "امرنا عمر بن عبدالعزیز بجمع السنن، فکتبنا ھادفتراً دفتراً، فبعث الی کل ارض لہ علیھا سلطان دفتراً۔" (۷)

مورخین نے بالاتفاق تسلیم کیا ہے کہ۔

"اول من دون العلم ابن شهاب" (۸)

تدوین علم سے مراد رسمی تدوین ہے ورنہ کتابت تو عہد رسالت ﷺ سے شروع تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا عہد پہلی صدی کا اختتام اور دوسری صدی کا آغاز ہے۔ لہذا منکرین حدیث کا یہ دعویٰ بھی بر خود غلط ہے کہ تدوین حدیث کا کام حضور ﷺ سے دو سو برس بعد شروع ہوا۔

حفاظت حدیث کے سلسلے میں عہد نبوی ﷺ، عہد صحابہ اور تابعین کے صحائف و مکتوبات کی ایک مختصر فہرست مذکور ہو چکی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جس تدوین کی بنیاد رکھی تھی وہ اس عہد میں مستقل طرز عمل اختیار کر گئی تھی اور اس سلسلے کو اتنی وسعت اور ترقی ملی کہ احادیث مرفوعہ کے ساتھ صحابہ کے آثار اور تابعین کے فتاویٰ اور اقوال تک ایک ایک کر کے اس عہد کی تصانیف میں مرتب و مدون کر دیئے گئے۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کس نے تصنیف و ترتیب کا کام کیا؟ کہا جاتا ہے کہ

مکہ میں	عبدالعزیز بن جریج البصری (۱۵۰ھ) نے
مدینہ میں	مالک بن انس (۹۳-۱۷۹ھ) اور محمد بن اسحاق (۱۵۱ھ) نے
بصرہ میں	ربیع بن صبیح (۱۶۰ھ) یا سعید بن عروبہ (۱۵۶ھ) نے
کوفہ میں	سفیان ثوری (۹۷-۱۶۱ھ) اور امام ابوحنیفہ (۸۰-۱۵۰ھ) نے
یمن میں	معمر بن راشد (۹۰-۱۵۳ھ) نے
شام میں	امام عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعی (۸۸-۱۵۷ھ) نے
خراسان میں	عبداللہ بن مبارک (۱۱۸ھ-۱۸۳ھ) نے
واسط میں	ہیثم بن بشیر (۱۰۴ھ-۱۸۳ھ) نے
رے میں	جریر بن عبدالحمید (۱۱۰ھ-۱۸۸ھ) نے
مصر میں	عبداللہ بن وہب (۱۲۵ھ-۱۹۷ھ) نے

انکے علاوہ اور بھی لوگوں نے کوششیں کیں۔ امام مالک کی موطا اس دور کی اہم تصنیف ہے جس میں ۷۰۰ احادیث اور ۳۰۰۰ مسائل ہیں۔ امام ابوحنیفہ کی کتاب الآثار بھی اولین تدوین شمار ہوتی ہے اور بعض اہل علم کے نزدیک یہ کتاب قدیم ترین ہے۔ احادیث کو کتب اور ابواب پر پوری طرح ترتیب امام ابوحنیفہ نے دی اور بعد

کے ائمہ کیلئے ترتیب اور تبویب کا ایک عمدہ نمونہ چھوڑا۔ چنانچہ حافظ سیوطی اپنی کتاب "تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابن حنیفہ" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"من مناقب ابی حنیفة التی انفرو بها انه اول من دوّن علم الشریعة ورتبه ابوابا ثم تبعة مالک بن انس فی ترتیب الموز طاولم یسبق ابا حنیفة احد (۹)

[illegible] کے بعد تیسری صدی ہجری میں حدیث پر زیادہ عمدہ ترتیب سے کتابیں مرتب کی گئیں۔ بعض علماء نے مخصوص مؤلفات ترتیب دیں ان میں احادیث رسول کو اسانید کے ساتھ جمع اور ہر صحابی کی احادیث کو یکجا کیا اور انکو مسند کے نام سے تعبیر کیا۔ چند ایک مسانید کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مسند امام ابی داؤد الطیالسی (۲۰۴ھ)

۲۔ مسند عبید اللہ بن موسیٰ کوفی (۲۱۳ھ)

۳۔ مسند ابی بکر عبد اللہ بن زبیر (۲۱۹ھ)

۴۔ مسند احمد بن حنبل (۲۷۱ھ)

۵۔ مسند مسدد بن مسرہد (۲۲۴ھ)

۶۔ مسند ابی جعفر عبد اللہ بن محمد (۲۲۶ھ)

۷۔ مسند عبد بن حمید (۲۴۹ھ)

۸۔ مسند ابی یعقوب التنوخی (۲۵۲ھ)

۹۔ مسند اسحاق نیشا پوری (۲۵۱ھ)

حوالہ جات

۱) علوم الحدیث و مصطلحہ، دکتور صبحی صالح ص، ۳۵۷ (۲) منصب رسالت نمبر ص۔ ۳۴۴ (مولانا مودودی)

(۳) تہذیب التہذیب ج۔ ۴، ص۔ ۲۱۴ (۴) سنن دارمی ص ۴۷

(۵) فتح الباری ج۔ ۱، ص۔ ۲۰۴ (۶) ایضاً (۷) جامع بیان العلم ج۔ ۱، ص ۷۶

(۸) تدریب الراوی ص ۴۰ (۹) تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفہ ص ۳۶

شیزان کی تمام مصنوعات کا بائیکاٹ کیجئے!

یاد رکھیئے! ہم مسلمان ہیں اور مرزائی کافر مرتد!

ہم اگر ان کی مصنوعات استعمال کریں گے تو وہ ہمارے سرمائے سے ہمارے خلاف اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے آسانیاں پائیں گے،

فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔ بائیکاٹ یا ــــــ؟

تحقیق و تنقید

ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیئے!

ڈاکٹر سبطین لکھنوی

میاں طفیل محمد (سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان) کی مجلس احرار اسلام سے شوخیاں

ہماری دینی جماعتوں میں باہمی سر پھٹول کے جگر فگار المیے کے تین پہلو ہیں۔

اولاً یہ کہ قیام پاکستان کے بعد امت محمدیہ ﷺ کے باہمی اتحاد کو باقاعدگی نصیب نہ ہو سکی۔ ذہنی انتشار کی اس افراتفری میں جس شخص کے دماغ میں سستی شہرت حاصل کر لینے کا کیڑا کلبلایا (چاہے وہ دین کے حروف ابجد سے بھی آشنا نہ ہو اور محض اسلام کے نام پر قوم کو ایکسپلائٹ کرنے کے داؤ پیچ جانتا ہو) اس نے اپنی بوالہوسی کی تکمیل کی خاطر اپنی ایک نئی جماعت قائم کرنے کا اعلان کر دیا۔ یوں شخصیت پرستی (HERO WORSHIP) اور جماعت پرستی (PARTY WORSHIP) کا ایک نیا ذہن ہمارے اندر ابھر آیا۔ یہی وہ ذہن ہے جس نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے سیکرٹری اور ایک منجھے ہوئے بیوروکریٹ مسٹر پرویز آنجہانی کو، آئمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد ایک مجتہد و بیسویں صدی کے پانچویں امام کے درجہ پر فائز کر دیا۔

ثانیاً یہ کہ ہمارے لادین طبقے نے ہماری دینی جماعتوں کے اندر گروپ کے ایک بے ضرر عنوان سے خود ہمارے اپنے اندر تقسیم در تقسیم کے ایک مکروہ عمل کو جاری کر دیا۔

ثالثاً یہ کہ پوری دنیا میں صرف دو ہی ریاستیں نظریاتی بنیادوں پر وجود میں آئی تھیں

۱) اسلامی جمہوریہ پاکستان

۲) یہودی سلطنت اسرائیل

امریکہ بہادر اٹھارویں صدی کی ابتدا ہی میں آزاد ہو کر پوری دنیا پر چھا جانے کے اغراض و مقاصد لے کر نمودار ہوا تھا۔ ان اغراض و مقاصد کا عنوان تھا "امریکن نیو ورلڈ آرڈر" جنہیں ایک یہودی نے تیار کیا تھا۔ اس کا مونوگرام آج بھی امریکن ڈالر پر شائع ہو رہا ہے۔ تاکہ امریکی قوم اپنی سیاسی منزل کو بھولنے نہ پائے۔ صیہونیت عصر حاضر میں بھی، امریکہ بہادر کی سیاست، معیشت اور میڈیا یعنی وہاں کے ذرائع ابلاغ پر مکمل طور پر قبضہ کئے ہوئے ہے۔ مسیحی اور صیہونی طاقتیں اس بدیہی حقیقت سے پوری طرح واقف ہیں کہ دنیا بھر کے دو ارب ۸۰ کروڑ مسلمانوں کی وحدت، اکائی اور اجتماعی شیرازہ بندی کی اصل بنیاد ان کا عقیدہ ختم نبوت ہے۔ یہ سیسہ پلائی ہوئی وحدت کی بنیاد کھود کر مسلمانوں کے دل و دماغ سے جب تک عیاذاً باللہ نکال باہر نہیں کر دی جاتی اس وقت تک "اسلام" اور "امت محمدیہ ﷺ" ان دونوں کافر طاقتوں کے لئے ایک لاینحل پرابلم ہی بنی رہیں گی۔ چنانچہ ان دونوں طاقتوں

نے قادیانیت کو آگے بڑھایا۔ لیگی اکابر کے نہ چاہنے (۱) کے باوجود سر ظفر اللہ خان قادیانی آنجہانی نے صیہونی اور مسیحی طاقتوں کے خفیہ ہاتھوں کے ذریعے وزارت خارجہ کا منصب حاصل کر لیا۔ منکر ختم نبوت اور قادیانی العقیدہ ہمارے اس وزیر خارجہ نے اپنے دور وزارت میں صیہونیت اور (انگریز) مسیحیت کو کہاں تک نوازا؟

اس کا انکشاف کرتے ہوئے "روزنامہ گارجین" کے حوالے سے جماعت اسلامی کا سہ روزہ "کوثر" لاہور لکھتا ہے کہ:

"ہمارے محکمۂ خارجہ کے جائنٹ سیکرٹری خیر سے یہودی ہیں اور محکمۂ خارجہ کے ۸۰ فیصد ملازمین غیر ملکی خصوصاً انگریز ہیں۔ ایک انگریزی معاصر کی اطلاع کے مطابق یہودی جائنٹ سیکرٹری گریفتھ کو ئین تقسیم سے پہلے پنجاب ہائی کورٹ کا رجسٹرار تھا۔ چونکہ یہ اپنے عہدے کے لحاظ سے ناموزوں انسان تھا۔ اس لئے اس کو اس سے علیحدہ کر دیا گیا۔ تقسیم ملک کے بعد اس کی قسمت چمکی۔ اور وہ وزارت خارجہ کا جائنٹ سیکرٹری بن گیا۔ چونکہ ماتحت افسران، نوجوان، اور ناتجربہ کار تھے۔ اس لئے وزارت خارجہ کا سب سے قابل اعتماد افسر خیال کیا جانے لگا۔ جب فلسطین میں یہودی عربوں کے خون سے ہولی کھیل رہے تھے تو اس وقت پاکستان کی وزارت خارجہ کے یہ قابل اعتماد افسر صاحب اسرائیل میں چھٹیاں منا رہے تھے۔"

(روزنامہ گارجین لندن بہ حوالہ سہ روزہ کوثر لاہور مطابق ۷ ۲ دسمبر ۱۹۴۹ء)

مصر کے پاکستانی سفارت خانے کے بارے میں ایک اور خوفناک انکشاف ملاحظہ ہو۔

"ہمارے پاکستان کے مصری سفارت خانے کے اسٹاف میں دو نوجوان یہودی لڑکیوں کو ملازم رکھا گیا۔ جس سے مصری عوام اور عربی اخبارات پاکستان سے بہت ناراض ہوگئے۔ ان سے پہلے مصر میں پاکستانی سفیر کا پریس اتاشی بھی یہودی تھا۔"

(ایضاً اشاعت ایضاً)

پاکستان کے پہلے وزیر اعظم خان لیاقت علی خان مرحوم کو قتل کردینے کی اولین ناکام سازش قادیانیوں اور سوشلسٹوں ہی کی تیار کردہ تھی۔ بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنا دینے کے لئے میرزا محمود نے اپنے باوا کی نام نہاد امت کو الٹی میٹم دیا تھا کہ ۱۹۵۲ء گزرنے نہ پائے۔ اس مدت معینہ سے پہلے بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنالو۔

میرزا محمود کے اس الٹی میٹم کے بعد کی قادیانی جارحانہ سرگرمیوں کا تذکرہ بطلِ حریت آغا شورش کاشمیری کی زبانی سن لیجئے۔

سر ظفر اللہ خان اس قدر دلیر ہو چکے تھے کہ روز بروز عامۃ المسلمین سے بے پروا ہوتے گئے۔ سر ظفر اللہ خان نے ۱۷ مئی ۱۹۵۲ء کو جہانگیر پارک کراچی میں قادیانی امت کے ایک جلسہ عام سے خطاب کرنے کا اعلان کیا۔

---

۱) امر واقعہ یہ ہے کہ آنجہانی سر ظفر اللہ قادیانی لیگی قیادت کے ایماء اور رضامندی سے ہی پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ بنا۔ تقسیم ہند سے پہلے ایڈوائزری کونسل اور باؤنڈری کمیشن میں بھی مسلمانوں کے سخت احتجاج کے باوجود مسلم لیگ نے اسے اہم عہدوں پر فائز کیا۔ (مدیر)

مسلمانوں نے اسے اپنے لئے چیلنج سمجھا۔ اور مساجد میں اس پر احتجاج کیا۔ خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان نے انٹیلی جینس بیورو کی رپورٹ پر چودھری ظفر اللہ خان کو جلسہ میں شریک ہونے سے منع کیا۔ لیکن چودھری صاحب استعمار کے گھوڑے پر سوار تھے۔ اپنے وزیر اعظم کی بات نہ مانی۔ ان سے کہا وہ (خواجہ صاحب) اس بات پر مصر ہوں، تو وہ (ظفر اللہ قادیانی) اپنے عہد سے استعفیٰ دینے کو تیار ہے۔ یہی وہ زمانہ تھا جب امریکی وزیر خارجہ نے وزیر اعظم پاکستان کو یہ تاثر دیا کہ "چودھری ظفر اللہ خان کو راضی نہ رکھا گیا تو امریکہ پاکستان کی مدد کرنے کو تیار نہ ہو گا۔ حتیٰ کہ گندم مہیا کرنا مشکل ہو جائے گا جس کی پاکستان کو اس وقت سخت ضرورت ہے۔ اس کا انکشاف خواجہ صاحب نے منیر انکوائری کمیٹی کے روبرو، شہادت دیتے ہوئے کیا۔ چودھری ظفر اللہ خان نے کراچی کے جلسہ عام میں کہا "احمدیت (قادیانیت) ایک ایسا پودا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے خود لگایا ہے۔ اب وہ جڑ پکڑ گیا ہے۔ اگر یہ پودا اکھاڑ دیا گیا۔ تو "اسلام" ایک زندہ مذہب کی حیثیت سے باقی نہ رہے گا۔ بلکہ ایک سوکھے ہوئے درخت کی مانند ہو جائے گا۔ اور دوسرے مذاہب پر اپنی برتری کا ثبوت مہیا نہ کر سکے گا۔ (تحقیقاتی رپورٹ اردو متن ص ۷۷)

امریکی وزیر خارجہ نے وزیر اعظم پاکستان کو تاثر دیا کہ چودھری ظفر اللہ (قادیانی) کو راضی نہ رکھا گیا تو امریکہ پاکستان کی مدد کرنے کو تیار نہ ہو گا۔ حتیٰ کہ گندم مہیا کرنا مشکل ہو جائے گا۔

اس مسئلہ کے رد عمل میں فساد ہو گیا..... احرار یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ پانی سر سے گزر چکا ہے۔ اور میرزائی منہ زوری کے علاوہ سینہ زوری پر تل گئے ہیں۔ تو مولانا لال حسین اختر نے کراچی میں مختلف مکاتب فکر کے علماء کی ایک میٹنگ بلائی (۲)۔ ان کے سامنے تمام واقعات رکھے۔ اور ۳ جون ۱۹۵۲ء کو ایک مجلس مشاورت طلب کی۔ اس کے دعوت نامے پر، مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا عبد الحامد بدایونی، مولانا یوسف کلکتوی اور مولانا لال حسین اختر کے دستخط تھے۔ اس مجلس مشاورت نے ذیل کے مطالبات مرتب کئے۔

۱۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۲۔ چودھری ظفر اللہ خان کو وزیر خارجہ کے عہدہ سے سبکدوش کیا جائے۔

۳۔ تمام کلیدی عہدوں سے احمدیوں (یعنی قادیانیوں) کو ہٹایا جائے۔

اس غرض سے آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن بلانے کا فیصلہ کیا گیا۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے اجلاس کی صدارت فرمائی۔ اور کنونشن منعقد کرنے کیلئے ایک بورڈ مقرر کیا گیا۔ اس کے ارکان حسب ذیل تھے۔

علامہ سید سلیمان ندوی۔ مفتی محمد شفیع۔ مولانا عبد الحامد بدایونی۔ مولانا یوسف کلکتوی۔ علامہ مفتی صاحب داد۔ مولانا سلطان احمد (جماعت اسلامی پاکستان کے سابق قائم مقام امیر للمؤلف سبطین) مولانا شاہ احمد نورانی۔ مولانا لال حسین اختر۔ الحاج ہاشم گزدر۔ اور مفتی جعفر حسین مجتہد۔ مولانا احتشام الحق تھانوی کنوینر چنے گئے۔ الحاج محمد ہاشم گزدر کے مکان پر بورڈ کا اجلاس ۱۳ جولائی ۱۹۵۲ء کو ہوا۔

---

(۲) مولانا لال حسین اختر نے مجلس احرار اسلام کی نمائندگی کرتے ہوئے داعی کی حیثیت سے میٹنگ بلائی تھی (مدیر)

مندرجہ ذیل بارہ جماعتوں کو آل پارٹیز کنونشن میں شمولیت کے لئے دعوت نامے جاری کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ (۳)

(۱) جمیعتہ علماء پاکستان (۲) جمیعتہ العلماء اسلام
(۳) جماعت اسلامی (۴) تنظیم اہل سنت والجماعت
(۵) جمیعتہ اہل سنت (۶) جمیعتہ اہل حدیث
(۷) موتمر اہل حدیث پنجاب (۸) ادارہ تحفظ حقوق شیعہ پنجاب
(۹) مجلس تحفظ ختم نبوت (۱۰) مجلس احرار اسلام
(۱۱) جمیعتہ العربیہ (۱۲) جمیعتہ الفلاح

----- جو علماء کراچی کانفرنس میں شریک ہوئے وہ ستائیس تھے۔

(۱) اس کانفرنس میں خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان کے رویہ کو، منفی (رویہ) قرار دے کر راست اقدام کا فیصلہ کیا گیا۔

(۲) قادیانی فرقے کے کامل مقاطعہ کی تجویز پاس کی گئی۔

(۳) چونکہ خواجہ ناظم الدین، سر ظفر اللہ خان کو برطرف کرنے پر راضی نہ تھے۔ اس لئے ان سے استعفیٰ کا مطالبہ کیا گیا۔

(۴) کئی ایک مقتدر مسلمانوں اور مختلف مذہبی جماعتوں کے نمائندوں کی ایک جنرل کونسل بنائی گئی۔ اس میں سے پندرہ ممبروں کو، مجلس عمل کارکن قرار دیا گیا۔ پہلے آٹھ اور پھر سات ممبر منتخب کئے گئے جو حسب ذیل تھے۔

۱۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری
۲۔ مولانا ابوالحسنات قادری
۳۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی
۴۔ مولانا عبدالحامد بدایونی
۵۔ حافظ کفایت حسین

---

(۳) آغا صاحب مرحوم تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی کسی میٹنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے ان کو سہو ہوا ہے۔ دو جماعتیں اور بھی تھیں (۱) حزب الاحناف (۲) انجمن سجادہ نشینان پنجاب، جبکہ مجلس تحفظ ختم نبوت اس وقت قائم ہی نہ ہوئی تھی۔ مجلس احرار اسلام ہی آل پارٹیز کنونشن کی داعی تھی۔ آغائے مرتضیٰ احمد خان میکش نے "محاسبہ منیر انکوائری رپورٹ ۱۹۵۳ء" شائع کیا تو اس میں کنونشن میں شریک ہونے والی جماعتوں کی تعداد ۹ لکھی ہے اور ۱۰ ویں نمبر پر نامزد ارکان ہیں۔ تفصیل یہ ہے۔ (۱) مجلس احرار اسلام (۲) جمعیت علماء اسلام (۳) جمعیت علماء پاکستان (۴) جمعیت اہل حدیث (۵) جماعت اسلامی (۶) تنظیم اہل سنت (۷) حزب الاحناف (۸) ادارہ تحفظ حقوق شیعہ (۹) انجمن سجادہ نشینان پنجاب (۱۰) نامزد ارکان (مدیر)

۶۔ پیر صاحب سرسینہ شریف (مشرقی پاکستان)

۷۔ مولانا محمد یوسف کلکتوی

۸۔ مولانا احتشام الحق تھانوی

۹۔ پیر غلام مجدد سرھندی

۱۰۔ مولانا نور الحسن بخاری

۱۱۔ ماسٹر تاج الدین انصاری

۱۲۔ مولانا اختر علی خان

۱۳۔ مولانا محمد اسماعیل گوجرانوالہ

۱۴۔ سید مظفر علی شمسی

۱۵۔ حاجی محمد امین سرحدی

(کتاب تحریک ختم نبوت ص ۹۰ تا ۹۳ تصنیف آغا شورش کاشمیری علیہ الرحمۃ)

ان تمہیدی گزارشات کی ضرورت جماعت اسلامی پاکستان کے سابق امیر میاں طفیل محمد صاحب کے ایک طویل مضمون سے ہمیں محسوس ہوئی ہے۔ جو روزنامہ نوائے وقت (۲ جنوری ۱۹۹۴ء) میں شائع ہوا ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ روزنامہ نوائے وقت لاہور تحریک ختم نبوت کے دنوں میں بھی قادیانیت کی حمایت میں پیش پیش تھا۔ میاں صاحب کے اس مضمون کا عنوان ہے "مسلم لیگ اور اس کی لیڈر شپ" اس مضمون میں موصوف نے جماعت اسلامی کی تاریخ کی چند جھلکیوں کا مسلم لیگ کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے مجلس احرار اسلام کا تذکرہ بدنام زمانہ منیر رپورٹ کی پیروڈی میں جس لہجہ، مکروہ اور گھناؤنے انداز میں بیان کیا ہے۔ وہ انتہائی اشتعال انگیز ہے۔ چنانچہ جناب ارشاد عارف کے جواب میں جماعت اسلامی پاکستان کے یہ سابق امیر لکھتے ہیں کہ۔

"ارشاد عارف صاحب کا جماعت اسلامی پر یہ صریح بہتان ہے کہ ۱۹۵۳ء اور پھر ۱۹۵۸ء میں مارشل لاء لگوانے کی ذمہ دار، وہی تھی۔ اس طرح کی بات کوئی ایسا شخص ہی کہہ سکتا ہے جو ان مارشل لاء کے نفاذ کے پس منظر سے ناواقف اور بے خبر ہو۔ ۱۹۵۳ء کے مارشل لاء کے بارے میں تو پوری تفصیلات قادیانی ایجی ٹیشن کی تحقیقاتی رپورٹ میں موجود ہیں۔ اور یہ رپورٹ لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس محمد منیر، اور جسٹس کیانی نے مکمل تحقیقات کے بعد مرتب کی۔ اور جسٹس محمد منیر کے نظریات اور مولانا مودودی اور جماعت اسلامی سے ان کا شدید اختلاف بھی معلوم و معروف ہے (اس اختلاف کی وجوہات سے قوم کو بے خبر کیوں رکھا جارہا ہے؟ قوم آپ سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہے کہ جماعت اسلامی اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے ساتھ جسٹس منیر کے کیا اختلافات تھے اور ان اختلافات کی نوعیت کیا تھی؟ (للمؤلف)

یہ ایجی ٹیشن (یعنی تحریک ختم نبوت) ملک غلام محمد گورنر جنرل پاکستان کی فرمائش پر وزیر اعلیٰ پنجاب میاں ممتاز محمد خان دولتانہ نے سرکاری خزانہ کی مدد سے ان علماء کرام کے ذریعہ سے کرائی تھی جو تحریک

پاستان کے دوران "انڈین نیشنل کانگرس کے ساتھ تھے اور قیام پاکستان کے بعد پاکستان آ کر اپنے گناہ بخشوانے کے لئے انہوں نے اعلان کیا تھا کہ "اگر مسلم لیگ انہیں حکم دے گی تو وہ پاکستان میں سؤر چرانے اور سڑکوں پر داڑھیوں سے جھاڑو دینے کے لئے بھی تیار ہیں" (۴) یہ تحریک تو چلائی، اور چلوائی ہی اسی لئے گئی تھی کہ مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کے اس مطالبہ کو ناکام بنایا جائے جو انہوں نے ۸ مئی ۱۹۵۲ء کو دستور کے بنیادی اصول مرتب کرنے کیلئے خواجہ ناظم الدین کی سربراہی میں مقرر کردہ کمیٹی سے کیا تھا کہ اگر اس نے اپنے کام میں لیت ولعل کی روش چھوڑ کر ۱۹۵۲ء کے اختتام سے پہلے اپنی رپورٹ مجلس دستور ساز میں پیش نہ کی تو نتائج کی ساری ذمہ داری حکومت پاکستان پر ہو گی۔ لیکن مرکز اور حکومت پنجاب اور اس کے آلہ کار سارے عناصر کے سارے ہنگاموں کے علی الرغم مذکورہ کمیٹی کو اپنی رپورٹ ۳۱ دسمبر ۱۹۵۳ء سے پہلے پیش کرنی پڑی۔ اسی کی سزا مولانا مودودی کو مارشل لاء عدالت سے ۱۱ مئی ۱۹۵۳ء کو پھانسی اور خواجہ ناظم الدین کو ۱۷ اپریل ۱۹۵۳ء کو برخواستگی کی صورت میں دی گئی تھی۔۔۔۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مارشل لاء جماعت اسلامی نے لگوایا۔ یا اس کے خلاف اس کے ختم کرنے اور کرانے کیلئے لگایا اور لگوایا گیا" (روزنامہ نوائے وقت لاہور اشاعت دو جنوری ۱۹۹۳ء ص ۲)

ہم میاں طفیل محمد صاحب کی اس کذب بیانی سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں کہ بقول ان کے دستور پاکستان کے بنیادی اصول مرتب کرنے کیلئے جماعت اسلامی نے خواجہ ناظم الدین صاحب کو ۱۹۵۲ء کے اختتام سے قبل کا الٹی میٹم دیا۔ ۱۷ اپریل ۱۹۵۳ء کو خواجہ ناظم الدین کی وزارت برخواست کر دی گئی۔ پھر وہ کون سے خفیہ ہاتھ تھے جنہوں نے جماعت اسلامی کے سر پر کامیابی کا یہ عظیم الشان سہرہ باندھ دیا تھا کہ مرکزی حکومت، پنجاب سرکار، اور ان کے جملہ آلہ کار عناصر کے علی الرغم دستوری سفارشات کی کمیٹی نے ۳۱ دسمبر ۱۹۵۳ء سے قبل سفارشات پیش کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ خواجہ صاحب جو دستوری کمیٹی کے سربراہ بھی تھے اپنی کابینہ سمیت ۱۷ اپریل ۱۹۵۳ء

---

(۴) میاں طفیل محمد صاحب نے عادتاً کذب بیانی دجل و تلبیس اور احرار کے ساتھ اپنے روائتی بغض کا اظہار کیا ہے۔ مجلس احرار اسلام کے کسی بھی رہنما نے یہ اعلان نہیں کیا تھا۔ بانیٔ احرار امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تقسیم ہند سے قبل جدوجہد آزادی میں ایک تقریر کے دوران کہا تھا، "میں ان سؤروں کا ریوڑ چرانے کو تیار ہوں جو برٹش امپیریلزم کی کھیتی کو ویران کر دیں۔ اور ان چیونٹیوں کو شکر کھلانے کو تیار ہوں جو "صاحب بہادر" کو کاٹ کھائیں۔"

میاں صاحب تو جھوٹے کا حافظہ لے کر پیدا ہوئے ہیں تقسیم سے قبل کے الفاظ تقسیم کے بعد منسوب کر دیئے اور ساتھ ہی فکر مودودی کے زیر اثر داڑھی والا جملہ اپنی طرف سے شامل کر دیا۔

۱۹۵۳ء میں امیر شریعت نے ایک جلسہ عام میں وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ "میں اپنی ٹوپی خواجہ صاحب کے قدموں میں رکھنے کو تیار ہوں۔ وہ حضور علیہ السلام کی ختم نبوت کی حفاظت کریں اور اس مسئلے کو حل کر دیں۔ (مدیر)

کو برخواست کر دیئے گئے تھے۔ ۱۱ مئی ۱۹۵۳ء کو مولانا مودودی کو سزائے موت سنا دی گئی تھی۔ جرم یہ تھا کہ ۳۱ دسمبر ۵۳ء سے پہلے یہ دونوں دستوری سفارشات پیش کرنے اور پیش کرانے میں کامیاب کیوں ہو گئے تھے۔ آپ حیران نہ ہوں میاں طفیل محمد صاحب اور انکی جماعت اسلامی انہی تضادات اور الٹ پھیر کا دوسرا نام ہیں۔ مثلاً میاں صاحب کی جماعت اسلامی کا ہفت روزہ ترجمان۔یحییٰ خان کے دور حکومت کا نقشہ ان الفاظ میں پیش کرتا ہے۔

"یحییٰ خان کے دور میں اسلام آباد کا ماحول، انتہائی پراسرار، اور تعیشات سے بھرپور تھا۔ ایوان اقتدار میں رات گئے تک رقص و سرود اور شراب و کباب کی محفلیں جمی رہتی تھیں اور گاہے گاہے ایسی محفلیں بھی منعقد ہوتی تھیں۔ جنہیں مقابلہ حسن نام دینا زیادہ موزوں ہے۔ ان محفلوں میں بڑے بڑے سرکاری افسروں کی بیویوں اور لڑکیوں کو خاص طور پر مدعو کیا جاتا تھا۔ افسران کرام خوب سمجھتے تھے کہ ان محفلوں کا مقصد کیا ہے؟ لیکن وہ اپنی ملازمتوں میں ترقی اور توسیع حاصل کرنے۔ اور دوسری مراعات سے بہرہ مند ہونے کیلئے۔ ان محفلوں میں، بیویوں اور لڑکیوں سمیت بہ خوشی شریک ہوتے تھے۔یحییٰ خان کی جس پر نظر التفات پڑ جاتی گویا اس کے دن پھر جاتے تھے (ہفت روزہ ایشیا لاہور اشاعت ۱۲ مارچ ۱۹۷۲ء)

لیکن شراب و کباب اور رقص و سرود کے دلدادہ۔یحییٰ خاں صاحب جب تک حکمران رہے۔ امیر جماعت اسلامی پاکستان میاں طفیل محمد صاحب اپنی جماعت سمیت پوری قوم کو یہ مژدۂ جانفزا سناتے رہے کہ۔یحییٰ خاں صاحب حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے ایک سچے عاشق ہیں اور انہیں قوی امید ہے کہ اسلامی نظام حکومت شراب و کباب کی صراحی اور جام اٹھانے والے انہی پاکباز ہاتھوں سے ہو گا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو میاں صاحب نے اپنے ایک بیان میں ارشاد فرمایا کہ۔

"مجھے قوی امید ہے کہ اسلامی نظام حکومت کا جو سلسلہ حضرت علیؓ کی شہادت سے منقطع ہوا تھا۔ اس کی بحالی کا آغاز حضرت علیؓ ہی کے عاشقوں میں سے ایک شخص کے ہاتھوں پاکستان کی سرزمین سے ہو گا میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ۔یحییٰ خاں کو عزم و ہمت اور اخلاص کے ساتھ پاکستان میں اسلامی جمہوری نظام بحال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جس کا انہوں نے بار بار اپنی تقریر میں ذکر فرمایا ہے۔"

(قائم مقام امیر جماعت اسلامی پاکستان میاں طفیل محمد صاحب کا بیان مطبوعہ ہفت روزہ ایشیا لاہور اشاعت ۱۴ دسمبر ۱۹۶۹ء) آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ

میاں طفیل محمد صاحب ایک درویش صفت انسان ہیں۔ ایک درویش دوسرے سے نیک توقعات ہی رکھ سکتا ہے۔ اس لئے میاں صاحب دھوکے میں آ گئے ہوں گے۔یحییٰ خان ایک شاطر انسان تھا میاں صاحب کو اس کھلاڑی نے جھانسہ دے دیا ہو گا۔ سوال یہ ہے کہ میاں صاحب اور انکی جماعت اسلامی آخر وقت تک۔یحییٰ خان صاحب کے ناؤ نوش اور رقص و سرود کے دور کا ساتھ کیوں دیتے رہے؟ سقوط ڈھاکہ جانگداز سانحے کے بعد جب پشاور کے جیالے سڑکوں پر نکل آئے تھے۔ انتظامیہ کے سامنے صورت حال یہ تھی کہ۔یحییٰ خان کے مکان کو جلنے دیں یا پاکستان کو جلنے دیں۔ ان دو المیوں میں سے ایک المیے کو بہر صورت برداشت کرنا پڑے گا۔ آخر فیصلہ یہ ہوا کہ بپھرے ہوئے عوام کا غصہ۔یحییٰ خان صاحب کے مکان کو نذر آتش کر دینے کی صورت حال کو قبول کر لیا جائے۔

اس کڑے وقت میں بھی جماعت اسلامی نے یحییٰ خان کا پورا پورا ساتھ دیا۔ سابق آئی جی پنجاب راؤ عبد الرشید صاحب انکشاف کرتے ہیں کہ

"پولیس کو یحییٰ خان کا مکان بچانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ جماعت اسلامی نے یحییٰ خان کی امداد کر دی اور وہ اس طرح کہ بجائے اس کے کہ جلوس یحییٰ خان کے گھر پہونچتا جماعت اسلامی نے اس کا رخ شراب کی دکانوں کی طرف موڑ دیا۔ جماعت اسلامی والوں نے کہا "یحییٰ خان کا قصور نہیں شراب کا قصور ہے--- یہ ایک عجیب قصہ ہوا کہ جلوس بجائے اس کے کہ بنگلہ دیش کے قیام کے خلاف ہوتا۔ وہ شراب کے خلاف ہو گیا۔ اس طرح سے وہ سارا دن---- بوتلیں پیتے بھی رہے۔ بوتلیں توڑتے بھی رہے۔ یہاں تک کہ پشاور کے جو کتے تھے وہ بھی مدہوش ہو گئے۔

(کتاب "جو میں نے دیکھا" ص ۸۷ راؤ عبدالرشید سے منیر احمد کا انٹرویو مطبوعہ آتش فشاں پبلیکیشن لاہور)

ہمیں اس حقیقت سے انکار نہیں ہے کہ ہماری انتظامیہ کے سربراہ "سچ بولنے سے پرہیز کرو--- کے نسخہ کیمیا پر عمل کرتے ہیں۔ لیکن یحییٰ خان صاحب کے دیئے ہوئے سبق "رقص و سرود کی محافل و مجالس" سرگرم رکھنے پر جماعت اسلامی آج بھی عمل پیرا ہے۔ ۱۹۹۳ء کے انتخابات کا معرکہ سر کرنے کے لئے جماعت اسلامی کے رقص و سرود اور اڑا، اڑا، دھم بھنگڑا کی منظر کشی کرتے ہوئے قاضی کاشف نیاز صاحب لکھتے ہیں کہ جماعت اسلامی کے ایک

"جلوس کے آگے ایک جیسے سفید رنگ کے ۲۰ گھڑسوار کھڑے تھے۔ پٹاخے چلنے پر یہ گھوڑے بدکتے رہے۔ جس سے ایک راہ گیر زخمی ہو گیا۔ جبکہ جلوس میں شامل ایک ٹولی مسلسل چمٹے، جھنجھنے اور ڈھول بجاتی رہی۔

جلوس میں قاضی صاحب کی شان میں مشہور، فلمی گانوں کے ترانے بنا کر سنائے گئے۔ ان (گانوں) میں "بلے بلے نی ٹور، پنجابن دی - چٹا ککڑ بنیرے تے - ویر میرا گھوڑی چڑھیا۔ اور قاضی تینوں کھیاں اڈیکدیاں۔ جیسے (فلمی) گانے شامل تھے۔

بہ حوالہ ماہنامہ الدعوۃ لاہور شمارہ ستمبر ۱۹۹۳ء، صفحہ ۳۱ تا ۳۵

لاہور ریلوے اسٹیشن سے داتا دربار تک کی قاضی حسین احمد صاحب کی حاضری اور وہ بھی اپنے جیالوں کے جلوس کی صورت میں اس جلوس اسلامی کی چشم دید صورت حال یہ تھی۔

"قاضی حسین احمد ریلوے اسٹیشن سے ایک جلوس کی صورت میں رواں دواں ہیں۔ قاضی صاحب کی پجاور کے آگے ۲۵ گھڑسوار تھے جن کے ہاتھوں میں اسلامک فرنٹ کے جھنڈے تھے۔ جبکہ جلوس کے آگے چار ڈھول والے ڈھول بجا رہے تھے۔ پھولوں کی پتیاں نچھاور ہو رہی تھیں۔ وزیر اعظم قاضی۔ وزیر اعظم قاضی۔ کے نعرے لگ رہے تھے۔ ایک گاڑی پر آتش بازی کا سامان رکھا تھا۔ اتفاق سے اسے آگ لگ گئی۔ مگر بجھالی گئی۔ جو پنجابی شعر پڑھے گئے۔ وہ کچھ اس طرح سے تھے

آجا قاضی چن بن کے
اَج چاہت تیری اے
آکے بچا قاضی
اِیتھے ظلم دا ڈیرا اے
ربا سن لے غریباں دی
قاضی سانوں مل جاوے نہیں لوڑ طبیباں دی

(ماہنامہ الدعوۃ لاہور شمارہ ایضاً ص ۵۵)

لیکن ہمیں ان چیزوں سے کیا مطلب؟ جماعت اسلامی کے جلوسوں میں گھنگھرو بجیں یا انکے گھروں میں چھنا کے چھنکیں۔ راوی کے راگ، چناب کے ماہیے اور جہلم کے دوہے ان کی محفلوں میں طبلے کی تھاپ پر گائے جائیں۔ ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ الیکشن کا اڑا، اڑا، دھم بھنگڑا جب اپنے اختتام پر پہنچا تو اس رقصی رات کے بطن سے جماعت اسلامی یوں بر آمد ہوئی کہ سلنے دے لاٹ ور گی

ہمیں تو اعتراض اس بات پر ہے کہ میاں طفیل محمد صاحب نے مجلس احرار اسلام کو انڈین نیشنل کانگرس کی رفیق کار اور پاکستان میں اپنے گناہ بخشوانے کی خاطر، ملک غلام محمد اور میاں ممتاز محمد خان دولتانہ سے بھاری تنخواہیں لے کر تحریک ختم نبوت کو جماعت اسلامی کا وجود کچل دینے کی خاطر ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت اور مارشل لاء کی ذمہ دار (اور وہ بدنام زمانہ منیر رپورٹ کے آئینے میں) کیسے ثابت کر سکتے ہیں؟ جبکہ خود مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی قرارداد پاکستان ۱۹۴۰ء کی مذمت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں

"جب میں مسلم لیگ کے ریزولیشن کو دیکھتا ہوں تو میری روح بے اختیار ماتم کرنے لگتی ہے۔"

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۳۷ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی)

پھر حصول پاکستان کی جدوجہد کو ایک حماقت قرار دیتے ہوئے موصوف لکھتے ہیں کہ

"اس نام نہاد مسلم حکومت (یعنی پاکستان) کے انتظار میں اپنا وقت یا اس کے قیام کی کوشش میں اپنی قوت ضائع کرنے کی حماقت آخر ہم (جماعت اسلامی والے) کیوں کریں؟ جس کے متعلق ہمیں معلوم ہے کہ وہ ہمارے مقاصد کے لئے نہ صرف غیر مفید ہو گی۔ بلکہ کچھ زیادہ ہی سدراہ ہو گی۔

کتاب ایضاً صفحہ ۱۳۱ حاشیہ، سید ابوالاعلیٰ مودودی)

پھر بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

"افسوس کہ لیگ کے قائد اعظم سے لیکر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں۔ جو اسلامی ذہنیت رکھتا ہو۔ اور اسلامی طرز فکر رکھتا ہو۔ اور معاملات کو اسلامی نقطہ نظر سے دیکھتا ہو۔" (واضح رہے کہ قیام پاکستان کے بعد جماعت اسلامی نے لفظ قائد اعظم کو خارج کر دیا ہے۔)

(کتاب ایضاً ص ۳۴ تصنیف سید ابوالاعلیٰ مودودی)

پاکستان کی جدوجہد مودودی صاحب کی نظروں میں ایک حماقت تھی۔ اور قائد اعظم اسلامی فکر و نظر سے بے بہرہ تھے۔ کا پراپیگنڈہ کرنے کے بعد اپریل ۱۹۴۷ء میں (یعنی قیام پاکستان سے صرف چار ماہ قبل جماعت اسلامی نے پٹنہ کے اجلاس میں خود گاندھی جی کو مدعو کیا تھا۔ جو انڈین نیشنل کانگرس کے حقیقی رہنما تھے۔ اور ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۷ء تک جماعت اسلامی کے قدردان بھی۔ چنانچہ گاندھی جی نے جماعت اسلامی کے اس اجلاس میں شمولیت کی خاطر، اپنی پرارتھنا بھی ملتوی کر دی تھی۔ پھر کیا ہوا؟ اس کی روداد خود جماعت اسلامی کی تاریخ میں ان الفاظ کے تحت آج بھی مطبوعہ دستیاب ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

"گاندھی جی کے ہمراہ دو تین خواتین بھی تھیں۔ وہ کوئی پون گھنٹے تک اسٹیج کے قریب بیٹھے جلسے کی کارروائی سنتے رہے۔ اور جب مقرر اسٹیج سے اتر کر گاندھی جی کے پاس آیا۔ تو گاندھی جی نے ان لفظوں میں مقرر کو داد دی کہ

"میں نے آپ کی تقریر کو غور سے سنا ہے۔ اور مجھے اسے سن کر بہت مسرت ہوئی ہے"

(روداد جماعت اسلامی حصہ پنجم ص ۱۷۰ تا ۱۷۷)

گاندھی جی کی جماعت اسلامی کے اجلاس میں شرکت مسلمانوں میں جماعت اسلامی کے خلاف بیزاری کا ایک اشتعال انگیز سبب بن گئی۔ چنانچہ جماعت اسلامی کی اپنی رپورٹ کے مطابق

"بعض مقامات پر تو جماعت اسلامی اور اس کے کارکنوں کو علانیہ گالیاں دی جانے لگیں۔ ایک مجاہد اسلام نے اپنے اخلاق کا ایسا عجیب مظاہرہ کیا جسے دیکھ کر سخت رنج ہوا کہ موجودہ قوم پرستی کی تحریک (یعنی تحریک مسلم لیگ) مسلمانوں کے اخلاق کا کس بری طرح دیوالیہ نکال دیا ہے۔۔۔۔

(بہ حوالہ کتاب علامہ اقبال، قائد اعظم، پرویز اور مودودی ص ۲۲۳ تالیف چودھری حبیب احمد مرحوم شائع کردہ ۹۶۸۔ ایف گلستان کالونی فیصل آباد)

اب میاں صاحب ہی فیصلہ دیں کہ گاندھی جی کے پجاری احرار تھے یا؟

آخر میں ہم میاں طفیل محمد صاحب کی اصل بحث پر چند گزارشات ضروری سمجھتے ہیں۔ جو انہوں نے مجلس احرار اسلام کے ان اکابر کے بارے میں شروع کر رکھی ہے۔ مثلاً یہ

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت منیر رپورٹ کے مطابق ملک غلام محمد گورنر جنرل پاکستان کی فرمائش پر اور وزیر اعلیٰ پنجاب میاں ممتاز محمد خان دولتانہ نے سرکاری خزانہ کی مدد سے ان علماء کرام کے ذریعہ کرائی تھی جو تحریک پاکستان کے دوران انڈین نیشنل کانگرس کے ساتھ تھے۔"

امر واقعہ یہ ہے کہ ہم نے منیر رپورٹ کو ہمیشہ بدنام زمانہ رپورٹ لکھا ہے۔ اور لکھتے رہیں گے۔ چونکہ میاں صاحب نے خود ہی تحریک ختم نبوت کی حقیقت کو جانچنے اور پرکھنے کیلئے اسی بدنام زمانہ منیر رپورٹ ہی کو معیار حسن و قبح تسلیم کر رکھا ہے۔ تو ہم بھی میاں صاحب کے معیار کے مطابق جماعت اسلامی کی اصل تصویر، منیر رپورٹ ہی کے آئینے میں بیان کریں گے۔ منیر رپورٹ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے ساتھ جماعت اسلامی کی

غداری کو ان الفاظ میں بیان کرتی ہے کہ راست اقدام شروع کر دینے کے ابتدائی اجلاس میں

"مولانا ابوالاعلیٰ مودودی ان آٹھ ممبروں میں شامل تھے۔ جو کنونشن میں منتخب کئے گئے تھے۔ اور احرار کے طلب کردہ گواہ سید مظفر علی شمسی کا بیان ہے کہ "ڈائریکٹ ایکشن کی قرار داد مجھے حافظ کفایت حسین، ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا عبد الحامد بدایونی، اور خود مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے لکھوائی تھی۔ "شمسی کا یہ بھی بیان ہے کہ "کنونشن میں اس امر کا اعلان کیا گیا تھا کہ مجلس عمل کے آٹھ نامزد ممبروں کا ایک اجلاس شام کے آٹھ بجے دفتر تحریک ختم نبوت میں منعقد ہو گا۔" گواہ نے یہ بھی کہا کہ "اسی دن مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے ایک دعوت طعام کے موقع پر کہا کہ وہ مجلس عمل کے اجلاس شام میں شریک نہ ہو سکیں گے۔ کیونکہ انہیں ایک ضروری کام ہے۔ اور یہ بھی بتایا کہ جماعت کی جانب سے مولانا سلطان احمد امیر جماعت اسلامی کراچی و سندھ اس مجلس کے اجلاس میں شریک ہوں گے۔ جب اسی دن شام کے آٹھ بجے دفتر تحریک ختم نبوت میں یہ اجلاس ہوا تو مولانا سلطان احمد، اس میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی جانب سے شریک ہوئے۔ اور انہوں نے کارروائی میں حصہ لیا۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ایک الٹی میٹم تیار کرنے اور اسے خواجہ ناظم الدین کو بھیج دینے کا فیصلہ ہو گیا۔"

(منیر رپورٹ ص ۲۶۴ تا ۲۶۵)

اب مولانا مودودی کی طرف سے مقرر کردہ جماعت اسلامی پاکستان کے نمائندے مولانا سلطان احمد کا بیان ملاحظہ ہو۔

"مجھے (یعنی جسٹس منیر صاحب کو) قطعی طور پر یاد ہے کہ جب میں نے سلطان احمد صاحب سے پوچھا کہ "آیا انہیں مجلس کے اجلاس مورخہ ۲۶ فروری میں جماعت اسلامی کی نمائندگی کا پورا اختیار حاصل ہے؟" تو انہوں نے صاف صاف اثبات میں جواب دیا تھا۔

سوال۔ آپ سے مولانا مودودی نے کب کہا تھا کہ وہ جماعت کی جانب سے اپنا ایک نمائندہ پورے اختیار کے ساتھ بھیجیں گے؟

جواب۔ میں اس واقعہ کی تاریخ یا مہینہ نہیں بتا سکتا۔

اس شہادت کی تصدیق سید مظفر علی شمسی کے بیان سے اور (E.X.D.E ۳۳۶) یعنی مجلس عمل کی کارروائی کے ریکارڈ سے ہوتی ہے۔ جس پر خود مولانا سلطان احمد کے دستخط ثبت ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اس تحریر میں ممبروں کے دستخط کارروائی کے ریکارڈ کے اوپر ثبت ہیں۔ لیکن مولانا ابوالحسنات کی شہادت اس نکتہ پر بالکل واضح اور قطعی ہے کہ اس تحریر میں اجلاس کی کارروائی اور اس کے فیصلوں کا اندراج بالکل صحیح ہے۔ اور ان سے مولانا سلطان احمد بالکل متفق تھے۔ لہذا ہمیں (یعنی عدالت کو) اس رائے کے قائم کرنے میں کوئی تامل نہیں کہ ۲۷ فروری کی صبح سے گورنر جنرل اور وزیر اعظم پاکستان کی کوٹھیوں پر پکٹنگ کرنے کا فیصلہ مولانا سلطان احمد کو قبول تھا۔"

(منیر رپورٹ۔ بہ عنوان تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء ص ۲۶۵ تا ۲۶۶)

اجلاس کے فیصلے کے مطابق کارروائی عمل میں آئی۔ اور ۲۷ فروری ۱۹۵۳ء کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت

کے مرکزی رہنما حراست میں لے لئے گئے تو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنے ایک پریس نوٹ میں اعلان کیا کہ

"حکومت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے جن میں سے کسی کی ذہنیت بھی ایک تعلقہ دار سے بہتر نہیں۔ یہ گرفتاریاں ایسے اشخاص کا فعل ہیں۔ جو عقل و خرد سے بالکل عاری ہیں۔ اور حکومت کے لئے سیدھا راستہ یہی تھا کہ یا تو مطالبات کو منظور کر لیتی۔ یا عوام کو اس بات کا قائل کرتی کہ ان کے مطالبات حق بہ جانب نہیں ہیں۔ یا مستعفی ہو جاتی۔ اور حکومت نے جو وسائل اختیار کئے ہیں ان سے مطالبات کو دبایا نہیں جا سکتا۔ اور حکومت نے پریس نوٹ میں یہ بالکل جھوٹ لکھا ہے کہ یہ مطالبات احرار کے وضع کردہ ہیں۔ جو پاکستان کے دشمن ہیں۔ یہ مطالبات مسلمانوں کے متفقہ مطالبات ہیں۔ (منیر رپورٹ ص ۲۶۷)

ملاحظہ فرمائی آپ نے میاں طفیل محمد صاحب کی صداقت کہ ان کے ارشاد کے مطابق ۵۳ کی تحریک ختم ختم حکومت وقت کی طرف سے دیئے گئے سرمائے کے بل بوتے پر انڈین نیشنل کانگرس کی ہمنوا۔ اور دشمن پاکستان جماعت (بقول ان کے) مجلس احرار اسلام کی طرف سے چلائی گئی تھی تاکہ جماعت اسلامی کا تیا پانچہ کیا جا سکے۔ لیکن میاں صاحب کے پیرومرشد اور انکی جماعت کے بانی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی حکومت وقت کو یہ کہہ کر جھوٹا قرار دے رہے ہیں کہ تحریک ختم نبوت کے مطالبات کو پاکستان دشمن جماعت احرار کے مطالبات کا پراپیگنڈہ کیوں کیا جا رہا ہے؟ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے مطالبات احرار کے نہیں بلکہ یہ امت مسلمہ کے متفقہ مطالبات ہیں۔ اپنی جماعت کے اجلاس میں گاندھی جی کو دعوت دینا (۵) لیکن مجلس احرار اسلام کو انڈین نیشنل کانگریس کی ہمنوا ہونے کے ڈھول پیٹنا۔ تحریک ختم نبوت ۵۳ء کے اجلاس میں شرکت فرما کر ڈائریکٹ ایکشن کی قرار داد کے مسودے پر اپنے دستخط ثبت کرنا اور یہ مکروہ پراپیگنڈہ بھی جاری رکھنا کہ یہ تحریک تو پاکستان دشمن علماء نے اپنے گناہ دھونے اور جماعت اسلامی کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دینے کےلئے عیاذاًباللہ چلائی تھی کیا میاں طفیل محمد صاحب نے اپنی موت کو بالکل فراموش کر دیا ہے؟ تحریک ختم نبوت جیسی ایمان افروز تحریک کو ایک نزاعی مسئلہ بنانے کی یہ گھناؤنی سازش کہ قدم قدم پہ تضاد بیانی؟

حیران ہوں کہ دل کو روؤں یا پیٹوں جگر کو میں

جماعت اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ کی ایک متفقہ قرار داد کا ذکر کرتے ہوئے عدالت اپنے ریمارکس دیتی ہے کہ

"اس قرارداد میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ جمہور کے مطالبات حق بہ جانب ہیں۔ اگر ان مطالبات کو تسلیم کرنے سے انکار کیا گیا تو عوام میں لازماً بے اطمینانی اور غیض و غضب پیدا ہو گا۔ اور ایسے معاملات میں تغافل کی پالیسی سے عوام غیر آئینی ذرائع کو کام میں لانے پر آمادہ ہو جایا کرتے ہیں۔ حکومت کا یہ رویہ غلط ہو گا کہ وہ مطالبات کو قوت

---

(۵) یہ شرف بھی جماعت اسلامی کو حاصل ہے۔ احرار کے کسی بھی اجلاس میں گاندھی جی کبھی مدعو یا شریک نہیں ہوئے۔ بلکہ احرار کا تو قیام اور مقاصد ہی اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ وہ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں سے الگ اپنے مستقل موقف کے حامل ہیں۔ (مدیر)

سے دبائے۔ اور جب قوت کے استعمال کی وجہ سے لوگ مشتعل ہو جائیں تو ان کے خلاف پولیس اور فوج استعمال کی جائے۔ یہ طرز عمل ملک کو لازماً خانہ جنگی کی طرف لے جائے گا۔"

(منیر رپورٹ بہ عنوان "رپورٹ تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب ۱۹۵۳ ص ۲۶۸)

عدالت کی رپورٹ کے مطابق جماعت اسلامی پاکستان کے خلاف جو الزامات ثابت ہو چکے تھے وہ یہ تھے۔

۱۔ جماعت اسلامی پنجاب کی مجلس عمل کی ایک فریق تھی۔

۲۔ جماعت اسلامی اس مجلس عمل کی بھی ایک فریق تھی جو آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن نے قائم کی تھی۔ اور جس نے ۱۸ جنوری ۱۹۵۳ء کو کراچی میں ڈائریکٹ ایکشن کی قرارداد منظور کی تھی۔

۳۔ مولانا سلطان احمد نے جو کراچی میں ۲۶ فروری کو مجلس عمل کے اجلاس میں شریک ہوئے تھے۔ اپنے آپ کو مجلس عمل کی سرگرمیوں سے منقطع نہیں کیا۔ گورنر جنرل اور وزیر اعظم پاکستان کی کوٹھیوں پر رضاکاروں کو بھیجنے کا پروگرام ان کی موجودگی میں طے کیا گیا۔ لیکن انہوں نے اس کے خلاف کوئی احتجاج نہ کیا۔

۴۔ شروع سے آخر تک جماعت اسلامی کا ایک نہ ایک نمائندہ کراچی اور لاہور کی مجالس عمل کے اجلاسوں میں برابر شریک ہوتا رہا۔

۵۔ ڈائریکٹ ایکشن کی قرارداد منظور ہونے کی تاریخ سے لیکر فسادات کی پوری شدت تک جماعت اسلامی نے کوئی ایسا اعلان نہ کیا۔ کہ وہ ڈائریکٹ ایکشن میں شامل نہیں ہے۔ اور ان سرگرمیوں سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کرتی ہے۔ جو مجلس عمل کے طے کردہ پروگرام کے تعمیل میں جاری تھیں۔

۶۔ اس شہادت کے مطابق جس پر شبہ کرنے یا جس کو رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ۵ مارچ کو مولانا مودودی نے گورنمنٹ ہاؤس میں تقریر کرتے ہوئے بیان کیا کہ حکومت اور عوام کے درمیان خانہ جنگی جاری ہے۔ اور جب تک حکومت قوت کے استعمال کو روک کر عوام کے نمائندوں سے مذاکرات شروع نہ کرے۔ امن و امان کی اپیل جاری کرنے کا کوئی موقع نہیں..... اور

۷۔ جماعت اسلامی نے اپنی قرارداد مورخہ ۵ مارچ میں اسی رائے کو دھرایا۔ جو اس دن مولانا مودودی نے گورنمنٹ ہاؤس میں ظاہر کی تھی۔

(منیر رپورٹ کا اقتباس ص ۲۶۹ تا ۲۷۰)

حیرت ہے میاں طفیل محمد صاحب کی اس دیدہ دلیری پر کہ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کو ایک طرف تو وہ آل انڈیا نیشنل کانگرس کی ہمنوا جماعت مجلس احرار اسلام کی عیاذاً باللہ تحریک زراندوزی کی تبلیغ کرتے ہیں اور دوسری طرف تحریک ختم نبوت کے مجاہدین میں اپنے آپ کو (منیر رپورٹ کے مطابق) شامل مجاہدین میں شمار بھی ہوتے ہیں؟ جی ہاں! یہ وہی مجاہدین ہیں جن کا ہر قدم اس وقت کے حکمران خواجہ ناظم الدین کے اشارے پر اٹھتا

تھا۔ اگر خواجہ صاحب کی اجازت ہے تو عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ فرض بن جاتا ورنہ قرآن و حدیث سب بالائے طاق......
چنانچہ ہفت روزہ "پیمان" کراچی کو انٹرویو دیتے ہوئے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ خواجہ ناظم الدین نے انہیں محتاط رہنے کی تلقین فرمائی تھی۔ مولانا کے اصل الفاظ ہیں۔

"مئی ۱۹۵۲ء کے آغاز میں ہم نے اسلامی دستور کے لئے تحریک شروع کی۔ مئی ۱۹۵۲ء کے آخر میں احرار نے قادیانی مسئلہ چھیڑ دیا۔ جس سے اس حد تک ہنگامہ ہوا کہ جولائی ۱۹۵۲ء میں ملتان میں فائرنگ ہوئی۔ یہ صورت حال دیکھ کر جماعت اسلامی نے جولائی میں عوام سے اپیل کی کہ اس وقت دستور سازی کا مسئلہ درپیش ہے۔ اس لئے کوئی ایسا قضیہ ملک میں نہیں کھڑا ہونا چاہیئے جس کے سبب ملک دستور سے محروم ہو جائے...... دسمبر ۱۹۵۲ء تک قادیانی مسئلے پر ہنگامے سست پڑ گئے...... اسی زمانے میں خواجہ ناظم الدین نے مجھے مخفی ذریعے سے یہ پیغام بھجوایا کہ اس وقت سخت احتیاط سے کام لیجئے ساری بیورو کریسی تلملا رہی ہے۔ اور موقع کی تلاش میں ہے کہ دستوری بساط الٹ دی جائے۔ ۱۵-۱۷ جنوری کو احرار اور جمیعتہ علماء پاکستان نے ایک کنونشن بلایا جس کا مقصد قادیانی مسئلے کے متعلق تحریک چلانا تھا۔ میں بھی اس میں شریک تھا۔ میں نے کنونشن کی سبجیکٹ کمیٹی کو اس بات پر مطمئن کر دیا کہ اس وقت قادیانی مسئلے پر الگ کوئی تحریک چلانے کی ضرورت نہیں۔ خواجہ ناظم الدین کی رپورٹ آ گئی ہے۔ علماء نے اس میں اصلاحات تجویز کی ہیں (یعنی مجلس احرار اسلام اور جمعیتہ علماء پاکستان کے اندر سرے سے کوئی ایسا عالم دین موجود ہی نہیں تھا جو خواجہ صاحب کی رپورٹ کی اصلاح کر سکتا ہو للمولف) جن میں قادیانی مسئلے کا حل بھی شامل ہے۔ اب اس موقع پر تحریک چلانے سے دستور سازی کا کام خطرے میں پڑ جائے گا۔ اور اس سے ملک کو نقصان پہنچے گا۔
(ہفت روزہ پیمان کراچی مطابق ۲۶ مارچ ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۶)

یہ کس قدر دردناک سانحہ ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کی عزت و آبرو منکرین ختم نبوت قادیانیوں کے ہاتھوں مجروح ہو رہی تھی۔ چودھری ظفر اللہ خان قادیانی وزارت خارجہ کے بل بوتے پر مسیلمہ پنجاب کی نبوت کاذبہ کو کراچی کے جلسہ عام میں نعوذ باللہ خود اللہ پاک کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا برسر عام ثابت کر رہا تھا۔ امریکہ بہادر ہمیں دھمکیاں دے رہا تھا کہ اس مرتد قادیانی کی وزارت خارجہ کو اگر نقصان پہنچایا گیا تو اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کی گندم بند کر دی جائے گی۔ لیکن خواجہ ناظم الدین کی وزارت عظمیٰ کی لاج رکھنے کی خاطر مولانا مودودی علماء امت محمدیہ کو یہ درس دیتے رہے کہ قادیانی مسئلے کو نہ چھیڑا جائے۔ بلکہ خواجہ ناظم الدین اور چودھری ظفر اللہ خان کی کرسی کو تحفظ دیا جائے۔ ان مقتدر حضرات کی کرسیوں کو تحفظ دینے کی خاطر جماعت اسلامی کی مرکزی قیادت نے صرف درس ہی نہیں دیا کہ تحفظ ختم نبوت ضروری نہیں اور اس دور کی مصلحت تحفظ ظفر اللہ خاں قادیانی کا تقاضا کر رہی ہے۔ "مذکورہ بالا کرسیوں کو تحفظ دینے کی خاطر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی آخر وقت تک تقیہ کرتے رہے۔ راست اقدام کے فیصلے پر اپنے ثبت شدہ دستخطوں کا جس خوبصورتی سے انکار کرتے رہے۔ تقیے کے خوبصورت خول میں بند اس انکار کا ذکر کرتے ہوئے مولانا خلیل احمد قادری انکشاف کرتے ہیں کہ

"پھر جسٹس منیر (لاہور ہائی کورٹ) انکوائری کمیشن نے تحریک ختم نبوت کی باقاعدہ سماعت شروع

کر دی۔ عدالت میں مودودی صاحب کا رویہ انتہائی افسوس ناک اور خلاف توقع تھا۔ انہوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ انہیں ڈائریکٹ ایکشن اور تحریک (ختم نبوت) کے دیگر پہلوؤں سے کوئی اتفاق نہیں تھا۔ اس پر حافظ خادم، مولانا غلام محمد ترنم اور حضرت والد محترم (مولانا ابوالحسنات قادری علیہ الرحمۃ) نے سخت جرح فرمائی۔ مودودی صاحب تو یہاں تک کہہ گئے کہ انہوں نے ڈائریکٹ ایکشن کے فیصلے پر دستخط ہی نہیں کئے۔ لیکن والد صاحب نے کہا ''ہمارے پاس وہ دستاویز موجود ہے۔ جس میں ڈائریکٹ ایکشن کے فیصلے پر آپ نے دستخط کئے تھے۔'' یہ بات سن کر مودودی صاحب نے کہا ''میاں! میں نے چھوٹے سے دستخط کئے تھے۔'' والد صاحب نے فرمایا ''تو کیا ہمیں آپ کے دستخطوں کا بورڈ لکھوا کر لگانا چاہئے تھا۔ مودودی صاحب لاجواب ہو گئے۔ اور والد صاحب نے وہ دستاویز عدالت میں پیش کر دی جس پر ڈائریکٹ ایکشن کا فیصلہ تحریر تھا۔ مودودی صاحب کے علاوہ کسی رہنما نے اس بات سے انکار نہیں کیا کہ اس نے ڈائریکٹ ایکشن کے فیصلے پر دستخط نہیں کئے تھے۔ بہر حال میں پہلے پہل تو مودودی صاحب کے اخلاق سے بہت متاثر ہوا۔ لیکن اب ان کی اس صریح غلط بیانی اور بزدلانہ روش سے مجھے بڑی مایوسی ہوئی'' (ماہنامہ فیضان اشاعت ۴ شمارہ ستمبر اکتوبر ۱۹۷۸ صفحہ ۳۹ بہ حوالہ کتاب اقبال، قائد اعظم، پرویز اور مودودی۔ از چودھری حبیب احمد مرحوم ص ۶۵۸ تا ۶۵۹)

جماعت اسلامی کی تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ میں دوغلی پالیسی کی وجوہات کیا تھیں؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ المعروف منیر رپورٹ کا فیصلہ ان الفاظ میں سنایا گیا۔

''ہمارے نزدیک جماعت (یعنی جماعت اسلامی) کے ذہن کی کیفیت صحیح صحیح یہ تھی کہ اگرچہ وہ اس پروگرام (یعنی تحریک ختم نبوت کے پروگرام کو جائز نہ سمجھتی تھی جو ڈائریکٹ ایکشن کی قرارداد کی تعمیل کے لئے طے ہوا تھا۔ لیکن وہ شروع سے آخر تک لوگوں کے سامنے اپنے حقیقی خیالات کا دلیرانہ اور دیانت دارانہ اعلان اس خوف کی وجہ سے نہ کر سکی کہ مبادا! وہ عوام میں غیر ہر دلعزیز ہو جائے لہذا وہ اپنی ذہنیت اور اپنے رویئے کے اعتبار سے کسی دوسری سیاسی شخصیت یا انجمن سے مختلف نہ تھی۔ اور دوسروں ہی کی مانند ہر ایسے اقدام سے خائف تھی جو اسے عوامی تنقید کا نشانہ بنا دے۔''

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت المعروف منیر رپورٹ ص ۲۷۱)

مجلس احرار اسلام اور تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے بارے میں چونکہ میاں طفیل محمد صاحب نے بدنام زمانہ منیر رپورٹ ہی کو معیار حق قرار دے رکھا ہے۔ اسلئے ہم بھی خود انہی کے بتائے ہوئے معیار حق کے مطابق جماعت اسلامی کا حقیقی چہرہ عوام کے سامنے پیش کرنے پر مجبور ہیں۔ ورنہ جماعت اسلامی خود قادیانیت کو کیا سمجھتی ہے؟ اگر میاں صاحب کے خاطر نازک کے آبگینوں کو ٹھیس نہ پہنچے تو اس کا دوٹوک جواب معروف بیورو کریٹ مسٹر الطاف گوہر کی زبان پر موجود ہے۔ موصوف مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تفسیر تفہیم القرآن کا انگریزی زبان میں ترجمہ کرنے پر مامور ہیں۔ لیکن وہ برملا اور ڈنکے کی چوٹ اعلان کرتے ہیں کہ موصوف قادیانیوں کو مسلمان سمجھتے ہیں عیاذاً باللہ چنانچہ ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ کے نمائندوں کو انٹرویو دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ

''مجھے یہ سن اور دیکھ کر بڑی تکلیف ہوتی ہے کہ کسی قادیانی کے بیٹے کو محض اس وجہ سے پیٹ ڈالا جائے

کہ اس نے دوسرے مسلمان کو "السلام علیکم" کہا۔ یا اس نے بلند آواز سے بسم اللہ کیوں پڑھی؟ یا اس نے اپنی عبادت گاہ پر کلمہ کیوں لکھا؟ اسلام وسیع النظری سکھاتا ہے۔ دوسروں کو صبر سے برداشت کرنے کا درس دیتا ہے۔ مگر ہمارے مولوی حضرات کا دامن اس نعمت سے خالی ہے۔ آخر اس کی ضرورت ایک آزاد معاشرے میں کیوں محسوس ہو کہ میں کسی سے سرٹیفکیٹ لوں کہ میں مسلمان ہوں؟

اسلام ظواہر کا نام ہے۔ اگر کسی شخص نے کہہ دیا کہ وہ مسلمان ہے تو آپ کو مسلمان تسلیم کرلینا چاہیئے۔ دیکھیں اگر آپ کسی سے کہہ دیں کہ وہ حرامی ہے۔ پھر کوئی شخص ثابت کرسکتا ہے کہ میں حلال زادہ ہوں۔ ہرگز نہیں۔ دیکھیے دنیا بھر میں جب کوئی شخص یہ کہہ دیتا ہے کہ "میں عیسائی ہوں تو بات ختم ہوجاتی ہے..... جس وقت آپ کہہ دیں کہ میں ہندو ہوں تو بات ختم ہوجاتی ہے۔ لیکن جس وقت میں کہوں "میں مسلمان ہوں" مگر دوسرے کہیں کہ "نہیں اندر سے ضرور قادیانی ہے۔

س۔ لیکن ہمارے مولویوں کا تو کہنا ہے بلکہ اصرار ہے کہ قادیانی پاکستان کے دوسرے شہریوں کی مانند برابر کے حقوق نہیں رکھتے۔ اور یہ لوگ تو مطالبہ کررہے ہیں کہ وہ قادیانی جو ممتاز سرکاری عہدوں پر فائز ہیں ان کو نکال دینا چاہیئے۔ اور یہ بھی کہ یہ (قادیانی) اپنی عبادت گاہ پر کلمہ شریف بھی نہیں لکھ سکتے؟

ج۔ میں تو فقط یہ کہہ رہا ہوں کہ بے چارے کسی شہری کو ذلیل مت کریں۔ آپ اپنے ہی شہری کو ذلیل کیوں کرتے ہیں؟ .... کیا مجھے کوئی عرب ملک بتاسکتا ہے کہ اس نے کتنے پاکستانیوں کو شہریت دی ہے۔ چند سو بھی نہیں ہوں گے۔ تو پھر انسانیت نواز برادری کا درجہ یہ عیسائی ممالک دے رہے ہیں؟ یا مسلمان عرب ممالک؟ آپ خود ہی اندازہ لگالیں۔ (اندازہ تو آپ نے خود ہی لگا کر بتادیا ہے کہ بے چارے مرزا طاہر کو کسی عرب ملک نے پناہ نہیں دی۔ اگر دی تو عیسائی ملک انگلینڈ نے۔ اور رشدی لعین کے منہ پر کوئی مسلمان تھوکنے کو بھی تیار نہیں ہوتا سوائے عیسائی ملک امریکہ کے۔ للمولف سبطین لکھنوی)

(ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ شمارہ جنوری ۱۹۹۴ ص ۲۴)

کاش! میاں طفیل محمد صاحب مسٹر الطاف گوہر کو اس حقیقت سے آگاہ کرسکتے کہ جو شخص انہیں اور انکے باپ دادا کو ذریعہ البغایہ۔ کتیوں کے بچے۔ جنگلوں کے خنزیر کے خطابات سے نوازتا ہو۔ اس کا امت محمدیہ کا نباہ کیسے ہوسکتا ہے؟۔

بہر حال امت مسلمہ کو الطاف گوہر کی اس تاریکی میں غوطے دینے کا فائدہ تو میاں طفیل محمد صاحب ہی بتا سکتے ہیں کہ ایک منجھے ہوئے بیورو کریٹ کا یہ واویلا۔ "کہ قادیانی مسلمان ہیں۔ ایک حرامی کو حرامی مت کہو یا قادیانی عبادت گاہوں پر کلمہ طیبہ کے منافقانہ سائن بورڈ آویزاں کرنے کی قدغن مت لگاؤ۔ اس لئے کہ "اسلام صرف ظواہر کا نام ہے" میاں صاحب کی نظروں میں ایک دلیل محبوبیت ہے۔ صرف اس لئے کہ یہ بیورو کریٹ صاحب تفہیم القرآن کو انگریزی زبان کا جامہ پہنا کر اسے ماڈرن تفسیر قرآن بنادینے پر مامور ہے۔ لیکن تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ کے ساتھ انہیں پرخاش ہے؟ تحریک ختم نبوت کے اکابر رحمہم اللہ علیہم اجمعین کو میاں صاحب کھلے بندوں۔ ملک غلام محمد اور میاں ممتاز دولتانہ کے وظیفہ خور بتاتے ہیں؟ میاں صاحب! تحریک ختم نبوت ۵۳ جس پر مولانا مودودی

کے دستخط ثبت ہیں وہ پاکیزہ تحریک تو ان کی نظروں میں عیاذاً باللہ اگر حکومت وقت کے وظیفہ خوروں کی تحریک تھی تو پھر جماعت اسلامی اس وظیفے میں کتنے فیصد کی حصہ دار تھی؟ تحریک ختم نبوت ۵۳ کے تقدس پر تو آپ چراغ پا ہیں اور نہ جانے اس کے اکابر پر کتنے تبرّے تولتے ہیں۔ لیکن الطاف گوہر کی قادیانیت نوازی اور ان مرتدوں کو کھلم کھلا مسلمان بنادینے کے اس بیورو کریٹ کے فتویٰ پر آپ کے لبوں پر الفی کیوں لگ گئی ہے؟

مجلس احرار اسلام کے بارے میں تو منیر رپورٹ کو ایک آسمانی اور الہامی کتاب کا درجہ عطا فرماتے ہیں۔ لیکن خود اپنی جماعت کے حقیقی خط و خال پر مشتمل منیر رپورٹ کی عبارتوں پر خط تنسیخ کیوں پھیر دیتے ہیں؟ اب میاں طفیل محمد صاحب کا ایک ہی سوال باقی رہ جاتا ہے کہ آپ کی نادر تحقیق کے مطابق تحریک ختم نبوت میاں ممتاز محمد خان صاحب دولتانہ کے اشاروں پر شروع ہوئی تھی۔ اس کذب بیانی کا جواب بھی منیر رپورٹ ہی میں موجود ہے۔ میاں صاحب کے اس الزام کے تقدس کے بھرم کا تارو پود تحقیقاتی عدالت نے ان الفاظ میں بکھیر کر رکھ دیا ہے۔

"ہمارے سامنے جو تحریری بیانات پیش ہوئے جو زبانی شہادتیں دی گئیں۔ اور جو بحث کی گئی ان میں مسٹر دولتانہ کے خلاف یہ بیان کیا گیا کہ انہوں نے اعلیٰ سیاسیات کا کھیل کھیلنے کے لئے اس شورش کو خود جاری کیا اور چلایا۔ اور مسٹر فضل الٰہی نے تو ایک وقت پر یہ اشارہ بھی کیا تھا کہ مسٹر دولتانہ کی اس سیاست بازی کا مقصد صرف داخلی نہ تھا بلکہ بین الاقوامی سیاسیات سے متعلق بھی تھا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ خواجہ ناظم الدین کو اقتدار کی کرسی سے اتار پھینکیں۔ خود اپنی قیادت میں ایک مرکزی حکومت قائم کریں۔ اور پاکستان کو ایک کمیونسٹ ملک بنا دیں۔ ہم نے معاملے کے اس حصے کے متعلق شہادت کا نہایت احتیاط سے جائزہ لیا ہے۔ لیکن ہمارا یہ خیال نہیں کہ مسٹر دولتانہ اس شورش کے ابتدائی مرحلوں میں، اس کے آغاز، اور اس کی ہمت افزائی سے کوئی خاص مقصد پورا کرنا چاہتے تھے۔ پنجاب میں ان کو سہولت اور آرام کی پوزیشن حاصل تھی۔ اور ہم نہیں سمجھتے کہ پاکستان کی وزارت عظمیٰ جو کانٹوں کی سیج ہے۔ ان کے لئے کوئی دلکشی رکھتی تھی۔ ہمارے نزدیک وہ اتنے حریص جاہ بھی نہ تھے کہ بین الاقوامی سیاسیات کا کھیل "ختم نبوت" کے مسئلے پر کھیل سکتے۔ یہ امکانات ہمیں کچھ بعید سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان امور سے تعلق رکھتے ہیں جن کا ثبوت مہیا نہیں کیا جاسکتا۔ معلوم ہوا ہے کہ مسٹر دولتانہ نے آغاز کار ہی میں یہ سمجھ لیا تھا کہ طوفان پرورش پارہا ہے۔ اور اس کی شدت و وسعت روز بروز لازماً بڑھتی چلی جائے گی۔ وہ بھی خواجہ ناظم الدین ہی کی طرح علماء سے براہ راست تصادم سے بچنا چاہتے تھے۔ لیکن خواجہ صاحب تو انسانی دانش پر بھروسہ کرتے رہے کہ وہ آنے والے طوفان کو نابود کرنے کا کوئی نہ کوئی وسیلہ دریافت کرلے گی۔ اور مسٹر دولتانہ کی مقبولیت نے یہ اندازہ کر لیا تھا کہ ایسے معاملات میں دانش بھروسے کی چیز نہیں......."

(تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ ص ۳۰۴ تا ص ۳۰۵)

اب فرمائیے میاں صاحب! کہ آپ کی کذب بیانی پر کون بھروسہ کرے؟ سچ فرمایا تھا مولانا سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمتہ نے آپ کے پیر و مرشد کے بارے میں کہ

"مودودی صاحب کی نگاہ بصیرت کا کمال یہ ہے کہ جدھر اٹھتی ہے اور جس پر پڑتی ہے اسے کمزوریاں

ہی کمزوریاں نظر آتی ہیں۔ انہوں نے اسلام پر غور کیا تو جاہلیت ہی جاہلیت نظر آئی۔ مسلمانوں کو دیکھا تو سب نسلی ہی دکھائی دیئے اصلی ایک بھی نظر نہ آیا۔ صوفیاء و مشائخ کو ملاحظہ فرمایا تو سب جاہلیت کے مصلے پر سر بہ سجود ملے۔ مجتہدین کو پرکھا تو ایک بھی اس قابل نہ نکلا کہ اس کے علوم و منہاج کی اختیار کی جائے۔ مجددین کو ٹٹولا تو ان میں بھی کوئی کامل نظر نہ آیا۔ سب ناقص و نامکمل ہی ثابت ہوئے۔ صحابہ کرامؓ پر نظر ڈالی تو ان میں بھی لغزشیں اور غلطیاں موجود پائیں۔ بعض خلفاء راشدینؓ پر نگاہ ڈالی تو وہ بھی نااہل اور فرمان رسول ﷺ کے مخالف نظر آئے۔

کچھ انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھا تو انہیں بھی بڑے بڑے گناہوں کا مرتکب پایا۔ ایک اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات باقی ہے۔ جس تک ان کی نگاہ عیب جوء کی رسائی محال نظر آتی ہے۔ اس لئے کہ وہ اسے دیکھ نہیں سکتے۔ اور اگر بفرض محال دیکھ پائیں تو غالباً بے تحاشا بول اٹھیں کہ خدایا تیرا نظام حکومت درست نہیں۔ انبیاء علیہم السلام سے لے کر عوام تک ساری خدائی کی حالت بگڑی ہوئی ہے اور تو عرش پر بیٹھا دیکھ رہا ہے۔ مختصر یہ کہ جس آئینہ پر ان کی نظر جمی ہوئی ہے اس میں انہیں بے داغ و بے عیب نظر نہیں آتا۔ اب ہم وہی آئینہ ان کے آگے رکھ کر ان سے درخواست کرتے ہیں کہ اسی آئینہ میں ذرا اپنی صورت بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔ آپ کے اسلامی نظام اور حکومت الٰہیہ کے نعروں، صالحیت اور اجتہادی بصیرت کے غلغلوں اور معرفت نفس و تزکیہ باطن کے دعاوی کی اصل صورت آپ کو نظر آجائے گی۔

اتنی نہ بڑھا پاکئ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

(کتاب آئینہ مودودیت از مولانا سید احمد سعید کاظمی مرحوم ص۵)

ہم میاں طفیل محمد صاحب سے بھی گزارش کریں گے کہ وہ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کو جنرل اعظم خان اور مودودیت کے آئینے میں نہ دیکھیں بلکہ حقائق کی نگاہ سے دیکھیں۔

تحریک ختم نبوت کے اکابر قرون اولیٰ کی یادگار تھے۔ وہ ساری زندگی کرائے کے مکان میں بسر کرتے رہے اور جنازہ بھی اسی مکان سے اٹھا۔ انہوں نے کوئی "منصورہ" نہیں بنایا۔ اور ان کی جماعت کا کوئی کارکن اپنی جماعت سے تنخواہیں وصول کرکے "ختم نبوت زندہ باد" کے نعرے نہیں لگاتا۔

آپ کے عطیات

محاسبہ مرزائیت و رافضیت کی جدوجہد کو تیز کرنے کے لئے اپنی زکوٰۃ، صدقات اور عطیات اپنی جماعت مجلس احرار اسلام کو دیجئے۔ بذریعہ منی آرڈر: سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

بذریعہ بنک ڈرافٹ یا چیک۔ اکاؤنٹ نمبر ۲۹۹۳۲ حبیب بنک حسین آگاہی۔ ملتان۔

بیادِ امیرالمؤمنین خلیفۂ ارشد و برحق سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

سید ابو معاویہ ابو ذر بخاری مدظلہ

تو ہے خالِ[1] فاطمہؓ، حسنینؓ کا نانا ہے تو
واہ کیا رشتہ ہے تیرا؟ بے خلاف و بے کلام

تیرے فضل و منقبت کے معترف جن و بشر
تیری دانش کا ہے شاہد خود یہ چرخِ نیلی فام

حلم و حکمت، عدل و تقویٰ، تیری فطرت اور شعار
دھوم ہے تیری عرب میں اور عجم میں تیرا نام

لاکھ کسریٰ اور فلاطوں، تیری جوتی پر نثار
لاکھ ذوالقرنین اور لقمان ہیں تیرے غلام

ہادی و مہدیِ اُمت، کاتبِ وحیِ مبین
معتمد شیخین کا اور مستقل پنجم امام

جب علیؓ جیسے صحابی پر ہوئے نہ جمع لوگ
پھر بھلا ان کے پسر کو کیوں بناتے سب امام

تھا خلافت کی بشارت اِنْ وَلِیتَ[2] کا خطاب
حق بہ جانب تھا علیؓ کے بعد ہی تیرا نظام

تو نے بے شک دی زمامِ کار در دستِ یزید
یہ عمل نہ کفر تھا، نہ فسق و مکروہ و حرام

حد سے حد تھا ترکِ افضل، اخذِ مفضول و پسر
خود ہیں ظالم اور فاسق، جو کریں تجھ پر ملام

باقی تقلیدِ عمرؓ تو خود علیؓ نہ کر سکے
وقتِ رخصت تھے خلافت سے حسنؓ کب بے مرام

تو خوارج کی ضلالت اور قساوت سے خبیر
اور سبائیت کی سازش کو کچلنا تیرا کام

قولِ اعمش، تابعی میں سیدِ اعظم ہے تو
کون ہے جس کو سیاست میں ملا ہو یہ مقام

ساری دُنیا کے وَلی ہوں اِک طرف تُو اِک طرف
تو صحابی! اور صحابہ میں بھی ہے فرخندہ نام!

[1] ام المومنین سیدہ ام حبیبہ سلام اللہ علیہا امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رشتہ میں والدہ تھیں۔ تو حضرت امیر شامؓ سیدہ فاطمہ کے ماموں ہوئے اور ماں کے اور رشتہ دار عموماً نانا ہی کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ تو سیدنا معاویہ حضرات حسنین کے رشتہ میں نانا ہوئے۔ رضی اللہ عنہم! م

[2] نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ: یَا مُعَاوِیَةُ! إِنْ وَلِیتَ أَمْرًا فَاتَّقِ اللّٰهَ وَاعْدِلْ (رواہ أبو یعلیٰ والإمام أحمد بن حنبل فی مسندیہما۔ تطہیر الجنان ص ۱۸)!
ترجمہ: اے معاویہ! اگر تم لوگوں کی باگ ڈور سنبھالو، تو پھر اللہ کا لحاظ رکھنا اور انصاف کرنا (امت کا عقیدہ ہے کہ یہ حدیث صحیح اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مستقل چھٹی خلافت کیلئے بھی بشارت ہے)

سید عطاء المحسن بخاری

یہ ماہِ منور جسے کہتے ہیں رَمضان

انسانوں کے دل جس سے بہل جائیں وہ سامان
تو چاہے سراپا جو بدل جائے تو آسان
یہ نور بھرے دن ہیں، یہ راتیں یہ جہان
یہ ماہِ منور جسے کہتے ہیں رَمضان
قرآن کے ہر حرف پہ ملتے ہیں خزانے
رَمضاں کی فضیلت پہ بڑی اور یہ برہان
ہیں لازم و ملزوم یہ رَمضان یہ فرقان
اعمال کے بدلے پہ یہ اللہ کی برہان
ساون کا مہینہ ہو کہ ہو پوس کا موسم
برکت ہے یہ رحمت ہے بڑی شان بڑی آن
اللہ کی رحمت تو بہت عام ہوئی ہے
کھول آنکھ یہ پہچان کہ اس میں ہے تری جان
اللہ کا احسان جو ہر لحظہ ہے ہر آن
یہ لمحہ، گھڑی پل بھی تو سرمایہ ہے نادان
یہ مال، یہ اعمال، یہ اقوال زرِ سرخ
رکھ ان پہ نگہ اپنی کہ یہ آنکھ ہے نگران
یہ روزہ، نماز اور تراویح، تہجد
مری مان مری مان نہاں ان میں ہے ایمان

احوالِ سیاست

پنجاب میں وٹو حکومت نے تمام قادیانی افسروں کو کلیدی عہدوں پر فائز کر رہا ہے۔

عبید اللہ شیخ ایم پی اے

بلدیہ عظمیٰ لاہور کے ایڈمنسٹریٹر، ایل۔ڈی۔اے کے ڈی۔جی، پوسٹ ماسٹر جنرل اور واپڈا ٹیلی کمیونیکیشن کے جی ایم قادیانی ہیں۔

پنجاب کے حلقہ ۱۲۶ سے صوبائی اسمبلی کے رکن عبید اللہ شیخ صاحب نے ہفت روزہ چٹان لاہور کو ایک انٹرویو میں وزیر اعلیٰ منظور وٹو کے قادیانی نواز اقدامات کا انکشاف کیا ہے۔ یہ انٹرویو چٹان کے ادارہ تحریر کے فاضل رکن جناب حافظ شفیق الرحمن صاحب نے کیا ہے۔ ذیل میں اسکا انتخاب ہدیہ قارئین کیا جارہا ہے۔ منظور وٹو کو غیر قادیانی اور خادم اسلام ہونے کا سرٹیفکیٹ عطاء کرنے والے "زاہدانِ شب زندہ دار" اسے ضرور پڑھیں۔ (ادارہ)

س۔ وٹو حکومت کے ساتھ اپوزیشن کی محاذ آرائی اگر سیاسی نوعیت کی ہے تو کیا یہ سیاسی محاذ آرائی مذاکرات کے ذریعے ختم نہیں کی جاسکتی؟

ج۔ میں یہ بات واضح کردوں کہ وٹو صاحب کے ساتھ ہمارا تصادم سیاسی نوعیت ہی کا نہیں بلکہ یہ تصادم نظریاتی اور فکری بھی ہے۔ اسے مذاکرات، اعلانات یا بیانات کے ذریعے ختم نہیں کیا جاسکتا۔۔۔ میں اس کی صرف ایک مثال دوں گا کہ آج پنجاب میں وٹو حکومت نے تمام قادیانی افسروں کو کلیدی عہدوں پر فائز کردیا ہے۔ آپ پنجاب میں سے صرف لاہور کی مثال لیں کہ یہاں بلدیہ عظمیٰ کے ایڈمنسٹریٹر اے یو سلیم قادیانی ہیں۔ ایل۔ڈی۔اے کے ڈی جی قادیانی ہیں۔ پوسٹ ماسٹر جنرل نصیر الدین شیخ قادیانی ہیں۔ واپڈا ٹیلی کمیونیکیشن کے جی ایم قادیانی ہیں۔ چیف منسٹر ہاؤس میں بیٹھے ہوئے کئی افسران اسی وطن دشمن نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ غرضیکہ قادیانی افسروں کو کونوں کھدروں سے چن چن کر سامنے لایا جارہا ہے اور انہیں پبلک ڈیلنگ والے اداروں کے اہم مناصب پر مامور کیا جارہا ہے۔

س۔ آخر صرف لاہور کے ساتھ یہ کرم فرمائی اور حسن سلوک کیوں؟۔۔۔ کہ اسے قادیانیوں کے حوالے کردیا گیا ہے؟

ج۔ بات صرف لاہور کی نہیں وہ تو میں نے ایک مثال دی ہے۔ آپ مرکز میں دیکھ لیں کہ وزارت خارجہ۔۔۔۔ وزارت خزانہ۔۔۔۔ وزارت داخلہ کو انہوں نے دوہری تہری شہریتیں رکھنے والے افسران اور

سیکریٹریوں کے حوالے کیا ہوا ہے۔ آپ اپنے وزیر خارجہ کے بارے کیا کہیں گے۔ کیا وہ اس قابل ہیں کہ کسی بین الاقوامی پلیٹ فارم پر پاکستان کی نمائندگی کر سکیں۔ وہ شخص جس کی شراب و شباب سے آلودہ راتیں بھارتی سفارتخانوں میں بسر ہوتی رہیں۔ جو بھارتی سفارت کاروں کی تالیوں کی گونج میں پاکستان پر دہشت گردی کے الزامات لگاتا رہا میں تو حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں کی فہرست دیکھ کر کانپ کانپ اٹھتا ہوں کہ اس گلشن کا خدا حافظ کہ جس کے رکھوالے باغبانوں کی بجائے گلچیں بنے بیٹھے ہیں۔

بلدیاتی اداروں کو توڑ کر لاہور کس کے حوالے کیا گیا۔۔۔۔ اے یوسلیم کے جو کہ ایک قادیانی ہے اب پورا پنجاب اس کے حوالے کرنے کی سازش کی جارہی ہے۔ شنید ہے کہ اسے پنجاب لوکل گورنمنٹ کا سیکرٹری بنایا جا رہا ہے جو آج لاہور کی ناگفتنی حالت ہے کل پورے پنجاب کے حالت اسی طرح ناگفتہ بہ ہو گی۔ کیونکہ وہ ربوہ ہیڈکوارٹر کی ہدایات کے مطابق تمام صوبے کے تعمیر و ترقی کے منصوبوں کو تاخت و تاراج کریں گے۔۔۔۔ قادیانیوں کے سرپرست اعلیٰ کے طور پر پنجاب میں منظور وٹو موجود ہیں اور مرکزی حکومت تو ہے ہی قادیانیوں کے نرغے میں۔ (ہفت روزہ چٹان لاہور ۱۰ جنوری ۱۹۹۴ء)

صوفی عبدالمجید صاحب کا سانحۂ ارتحال

لاہور میں حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ کے میزبان اور خادم صوفی عبدالحمید صاحب مرحوم کے فرزند محترم صوفی عبدالمجید صاحب گزشتہ دنوں لاہور میں اچانک انتقال فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم ایک صالح اور زندہ دل انسان تھے۔ حضرت رائے پوری قدس سرہ سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ حضرت امیر شریعت اور دیگر اکابر احرار کا بہت احترام کرتے تھے۔ پابند صوم و صلواۃ اور ذکر و اذکار، نوافل میں سرگرم رہنے والے صاحب حال انسان تھے۔ مرحوم روزہ سے تھے اور افطار کے بعد طبیعت بگڑی تو مسجد سے احباب نے ہسپتال منتقل کردیا جہاں وہ اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ صوفی عبدالمجید صاحب مرحوم ہمارے کرم فرما بھائی رانا محمد فاروق صاحب کے چچا زاد بھائی تھے اور ان سے قلبی لگاؤ تھا۔ اکثر ان کے ہاں آتے اور وہیں ان سے بے شمار ملاقاتیں ہوئیں۔ نہایت باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور پسماندگان و لواحقین کو صبر عطا فرمائے۔ تمام اراکین ادارہ پسماندگان کے غم میں شریک ہیں۔ (مدیر)

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَلِیٍّ۔ رضی اللہ عنہ۔ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من سب الانبیاء؟ قتل۔! ومن سب اصحابی؟ جلد۔!

جو شخص انبیاء علیہم السلام کو برا کہے؟ اُس کو قتل کر دیا جائے! اور جو شخص میرے صحابہ کو گالی بکے۔؟ اُس کی دُرّوں سے پٹائی کی جائے۔!

نظامِ حکومت

جمہوریت یا شورائیت

المرسل: خادم احرار محمد عبدالرحمن جامی نقشبندی جلال پور پیروالہ

امام ولی اللہ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے فلسفے کی روشنی میں

آج کل ملک میں جمہوریت کا بڑا زور ہے۔ حتی کہ وہ جماعتیں جو دین کا نام لیتی ہیں انہیں بھی بہت زور سے جمہوریت آئی ہوئی ہے۔ اور وہ ملک کی دیگر لادین جماعتوں کا شامل واجہ بن کر بے توقیر سی ہو گئی ہیں۔ جمہوریت کے ساتھ اسلام کی پیوند کاری کر کے "اسلامی جمہوریت" کا بگل بجا رہی ہیں۔ جو صریحاً اسلام میں تحریف ہے۔ اسلام کا جمہوریت سے کوئی بھی تو تعلق نہیں۔ دراصل پاکستان کے مذہبی سیاسی بہروپیوں نے جمہوریت سے متعہ کا ارتکاب کیا اور اپنے اس جرم کو اسلام کے سر تھونپ دیا۔ جمہوریت عوام کی اکثریت کے فیصلے کے نام پر انسانیت کے قتل کا ظالمانہ نظام ہے۔ جبکہ اسلام نے جو سیاسی نظام عطاء کیا ہے وہ شورائی ہے۔ جس میں صرف اہل الرائے جمع ہو کر مشورہ کرتے ہیں اور خالق نے مخلوق کی بہتری کیلئے جو اصول عطاء فرمائے ہیں ان کے نفاذ کی تدبیر کرتے ہیں۔ ذیل میں امام شاہ ولی اللہ کے فلسفے کی روشنی میں اس نکتے کی وضاحت کی جا رہی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

"وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ"

یعنی ان سے تمام معاملات ملکی میں مشورہ کیا کریں اور جب عزم کرلیں تو پھر اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔

علامہ ابوبکر جصاص الرازی الحنفی اپنی تصنیف احکام القرآن میں اس آیت کی ذیل میں لکھتے ہیں کہ یہ مشاورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اختیاری نہ تھی بلکہ واجب تھی۔

قاضی امت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ عزم سے کیا مراد ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل الرائے۔ یعنی جو لوگ رائے دینے کے اہل ہیں ان سے مشورہ کرنا اور پھر اس مشورے کا پابند ہونا۔ (تفسیر ابن کثیر)

"ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے" کہ۔

"وامرھم شوریٰ بینھم"

یعنی مسلمان اپنے تمام اجتماعی معاملات میں باہمی مشورے سے کام کرتے ہیں۔

مراد نبی داماد سیدنا علی فاتح ایران سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نظریہ بھی اس بارے میں یہ ہے کہ

لاخلافتہ الا عن مشورۃ

(کنزالعمال)

یعنی خلافت بغیر مشورے کے خلافت نہیں رہتی۔ ان فیصلوں کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ مشورہ ملک

کے اہل الرائے اصحاب ہی سے لیا جائیگا۔ جو مشورہ دینے کے اہل ہونگے نہ کہ ہر کس و ناکس سے۔
حکیم الامت امام ولی اللہ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اہل الرائے کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ مملکت کا نظام چلانے کیلئے

اجتماع من عقلاء القوم ومبرزیهم

پیدا کرنا ہوگا یعنی قوم کے عقلاء، حکماء اور سربرآوردہ اشخاص جو اپنے خاص حلقوں میں ماہر خصوصی ہوں جمع کئے جائیں۔ یہ اجتماع لامحالہ ہر شعبہ زندگی کے ماہرین پر مشتمل ہوگا جس میں اہل اللہ بھی ہونگے۔ غرض ان خصوصیات کے حامل اصحاب کو ان کے اپنے اپنے حلقے منتخب یا نامزد کر کے پیش کرینگے اور پھر ان پر مشتمل ایک مجلس مشاورت (پارلیمنٹ) بنائی جائے گی۔ جو مملکت کا نظام چلائے گی انہی میں سے ایک کو مملکت کا صدر منتخب کر لیا جائیگا۔ یہی وہ طریقہ ہے جس پر خلافت راشدہ کا نظام چلتا رہا۔ اور خلفائے راشدین کا انتخاب عمل میں آتا رہا۔ آج بھی ہمارے لئے یہی طریقہ قابل نمونہ ہے۔ ورنہ ایسے لوگوں کو جمع کرنا جو مشورہ دینے کے اہل نہ ہوں اور پھر ان کے اکثریتی فیصلے سے قوانین بنانا کہاں کی عقل مندی ہے۔

علامہ اقبال نے انہی کے متعلق فرمایا ہے:

گریز از طرز جمہوری، غلامے پختہ کارے شو
کہ از مغزِ دو صد خر فکر انسانے نمی آید

ظاہر ہے کہ اس شعر میں پختہ کار سے وہی اہل الرائے یا بہ قول امام ولی اللہ دہلوی قوم کے عقلاء حکماء اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کے ماہرین خصوصی مراد ہیں۔

حیرت ہے کہ دور حاضرہ کا ایک چوٹی کا ماہر اجتماعیات پی اے سارو کنی جامعہ ہارورڈ ریاستہائے متحدہ امریکہ بھی دنیا کے نئے رجحانات پر بحث کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اچھی حکومت کیلئے متوازن طبع عقلاء کی ضرورت ہے تاکہ وہ سائنسدان ماہرین کے علوم کی تنگ نالیوں کو جمع کر کے فلاح عوام کیلئے استعمال کریں۔

حکماء الٰہی کی طرف سے اس قسم کی رہنمائی کے بغیر سائنسدان ماہرین خصوصی کی حکومت اہل سیاست کی حکمبرداری سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔

آل پاکستان سائنس کانفرنس پشاور کے اجلاس ۱۹۶۳ء میں تقسیم شدہ مقالہ۔ سارو کنی کا یہ خیال حجتہ الاسلام امام ولی اللہ دہلوی کے فکر ہی کی تائید کرتا ہے۔ اور اس نئے سیاسی رجحان کا پتہ دیتا ہے۔ جو عالمی سیاسیات اختیار کرنے لگی ہے۔ اب پاکستان کے سمجھ بوجھ رکھنے والے طبقے کا فرض ہے کہ وہ امام ولی اللہ دہلوی کی اس حکیمانہ تشریح پر غور کرے اور ملک کی صحیح رہنمائی کرے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے سیاست دانوں اور جمہوریت کے اسیر علماء کرام کو عقل سلیم عطاء فرمائے اور افلاطون کے نظام جمہوریت سے نجات عطا فرمائے (آمین)۔

رپورٹ

سندھ میں قادیانیوں کا اجتماع

ہم سے ٹکرانے والے فنا ہوجائیں گے مقرّرین کی دھمکی

عبدالتواب شیخ

قادیانیوں کا کل سندھ سالانہ اجتماع پی اے ایف چک نزد شاہی لارج میں ۹ فروری کو ہوا' جلسہ گاہ میں ملکی قوانین کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے کلمۂ طیبہ کا بینر آویزاں کیا گیا اور اذان اور باجماعت نماز کا اہتمام بھی اس جلسہ میں پورے سندھ سے پانچ بسوں' دو ویگنوں اور ذاتی گاڑیوں میں تین سو کے لگ بھگ افراد شریک ہوئے' جن میں عورتیں بھی شامل تھیں جن کے لئے الگ سے پنڈال بنایا گیا تھا دن کے ساڑھے بارہ بجے سرکاری فوجی گاڑی 667'2877'86 سوزوکی سوئفٹ کار میں دو مسلح فوجی جوانوں کے جلو میں ایک اعلیٰ ترین فوجی افسر جلسہ گاہ میں پہنچے جن کو وہاں موجود باخبر افراد نے بریگیڈیئر کمانڈر ۲۰۶ بدین چھاؤنی عبدالغفور احسان بلوچ بتایا ایجنسی کے اہلکاروں نے اس کی تصدیق کی۔ اس جلسہ گاہ کی طرف ان فوجی آفیسر کی رہنمائی قادیانیوں کے رضاکار نصیر کھوسکی والے نے کی اور یہ حضرات شاہی لارج نہر کی پٹڑی پر گئے اور اس راستے کو اختیار نہیں کیا جو کیلے کے پودے لگا کر جلسہ گاہ کے لئے بنایا گیا تھا سوا دو بجے جلسہ عام میں اذان دی گئی اور ڈھائی بجے نماز باجماعت دو مرتبہ ادا کی گئی۔ جلسہ گاہ میں ایک بڑا بینر اسٹیج پر آویزاں تھا جس پر "احمدیت تیرا سورج کبھی غروب نہیں ہوگا" تحریر تھا۔ مقررین کے ناموں کو مخفی رکھتے ہوئے ان سے تقاریر کرائی گئیں جس میں انہوں نے مسلمانوں کے خلاف ہرزہ سرائی کی اور کہا کہ ۷۲ فرقے ۷۳ ویں کے خلاف متحد ہو گئے ہیں اور ہمیں مسلمان ہونے کی دعوت دے رہے ہیں۔ ہم پر پابندی عائد ہے کہ ہم درود نہ پڑھیں' کلمہ نہ آویزاں کریں' بسم اللہ نہ لکھیں' اس سب کے کرنے پر قید و بند کی سزائیں ہیں' یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا وجود مٹ جائے' مگر ایسی بات نہیں' ہمارا وجود بڑھ رہا ہے ۱۷۳ ممالک میں ہمارا کام ہو رہا ہے ہم سے ٹکرانے والے فنا ہو جائیں گے' تاریکی کا دور ختم ہونے والا ہے' پندرھویں صدی ہمارے غلبے کی صدی ہے' اب ہم سٹلائٹ کے ذریعے ایشیاء میں بارہ گھنٹے کا پروگرام نشر کر رہے ہیں' ہمارے حقوق غصب کیے جا رہے ہیں' ہمیں ووٹ کے حق سے محروم کر دیا گیا ہے' ربوہ میں ہمیں جلسہ کی اجازت نہیں' لوگ ہمارے جلسہ کو میلہ کہتے ہیں جب کہ ہم کہتے ہیں کہ یہاں میل ملاپ ہو جاتا ہے۔ مقررین نے غلام احمد کو بعثتِ رسول ثانی اور اپنے آپ کو صحابیوں کی جماعت قرار دیا اور اس کے ساتھ مرزا بشیر کے خواب کے حوالہ سے سندھ کی فضیلت بتاتے ہوئے کہا کہ یہ باب الاسلام ہی نہیں غلبۂ اسلام کا بھی خطہ ہے۔ مرزا بشیر نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک زبردست سیلاب آیا ہے اور وہ اس میں بہہ رہے ہیں اور جس سرزمین پر ان کے پیر لگے وہ خطہ سندھ تھا ہم نے اپنی تحریک کے لئے سندھ میں زمینیں حاصل کیں اس میں برکت ہوئی اور خوب پیسہ حاصل ہوا' اور اس پیسہ سے یورپ' افریقہ' ایشیاء میں غلبۂ اسلام کا سامان پیدا ہوا ہم کئی رکاوٹوں کے باوجود حکومت کے وفادار ہیں' یہ جلسہ علمی ہے جو تربیتی اور تبلیغی بھی ہے۔ جلسہ کے دوران نعرۂ تکبیر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ باد' تحریک احمدیت' شہادت احمدیت زندہ باد کے نعروں کے ساتھ مرزا غلام احمد کی جے کے نعرے اسٹیج سے لگائے گئے۔ فوجی آفیسر جو سول وردی (سفید کپڑے اور لال سندھی ٹوپی) میں ملبوس تھے ساڑھے تین بجے اسٹیج پر بیٹھے ہوئے افراد سے بغل گیر ہو کر واپس چلے گئے اور اس طرح حاضر سروس فوجی آفیسر جو بدین جیسے حساس ترین علاقہ کی چھاؤنی کے انچارج ہیں' تین گھنٹے جلسہ میں رہے' اس جلسہ میں مسلمانوں پر کڑی نکتہ چینی کی گئی۔

بشکریہ ہفت روزہ تکبیر کراچی ۲۰ فروری ۱۹۹۴ء

آئندہ شمارے میں

ممتاز محقق وکیل صحابہؓ مولانا ابوریحان سیالکوٹی کی اچھوتی تحریر

مظہری مغالطے

ملاحظہ فرمائیں

مولانا ابوریحان کا یہ مضمون دراصل ان کی کتاب "سبائی فتنہ" پر قاضی مظہر حسین چک والی کی بے سروپا ژاژخائی کا باطل شکن جواب ہے۔

(ادارہ)

واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر

مصنف: مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی - مقدمہ: مفکر اسلام حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

- واقعہ کربلا سے متعلق افسانوی کہانیوں کی اصل حقیقت ● تاریخ میں دجل و تلبیس کے حیرت انگیز واقعات
- اصحابؓ بنوامیہ سے بغض و حسد کے اسباب۔
- تاریخ و سیرت سے دلچسپی رکھنے والے ہر باذوق قاری کے لئے انتہائی اہم کتاب

قیمت ۶۰ روپے

راوی پبلشرز، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔

بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

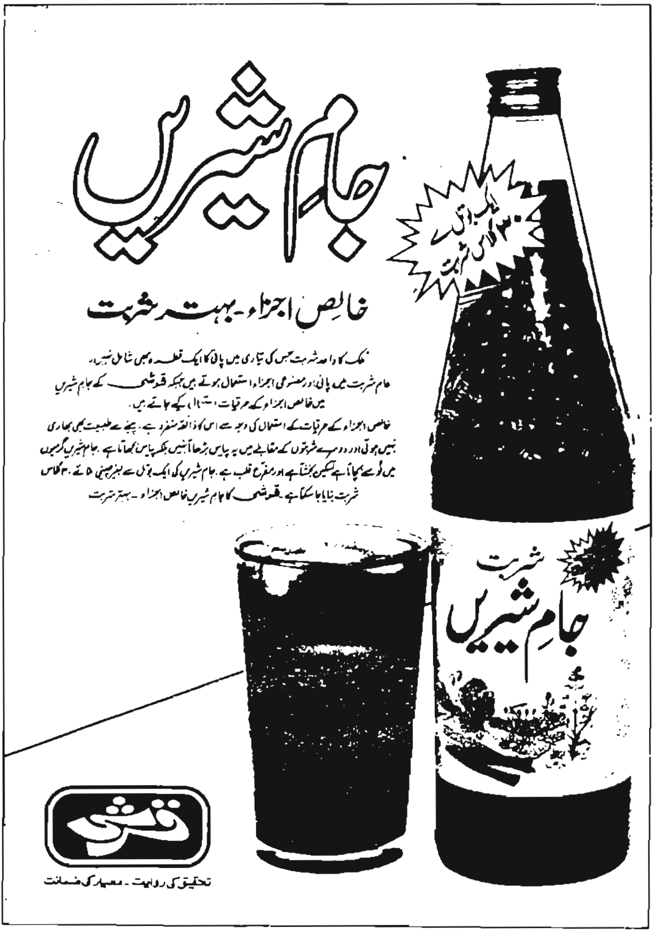
جام شیریں
ایک بوتل سے ۳۰ گلاس شربت
خالص اجزاء - بہتر شربت
ملک کا واحد شربت جس کی تیاری میں پانی کا ایک قطرہ بھی شامل نہیں۔
عام شربت میں پانی اور مصنوعی اجزاء استعمال ہوتے ہیں جبکہ قرشی کے جام شیریں
میں خالص اجزاء کے مرکبات استعمال کیے جاتے ہیں۔
خالص اجزاء کے مرکبات کے استعمال کی وجہ سے اس کا ذائقہ منفرد ہے۔ پینے سے طبیعت بھی بھاری
نہیں ہوتی اور دوسرے شربتوں کے مقابلے میں یہ پیاس بڑھاتا نہیں بلکہ پیاس بجھاتا ہے۔ جام شیریں گرمیوں
میں لو سے بچاتا ہے تسکین بخشتا ہے اور مفرح قلب ہے۔ جام شیریں کی ایک بوتل سے ۲۵ سے ۳۰ گلاس
شربت بنایا جا سکتا ہے۔ قرشی کا جام شیریں خالص اجزاء - بہتر شربت
شربت
جام شیریں
قرشی
تحقیق کی روایت - معیار کی ضمانت

آیئے۔ اللہ کی رضا اور اجر حاصل کیجئے!

ہمارے دینی ادارے اور مستقبل کے منصوبے مسلمان توجہ فرمائیں

⬤ --- مجلس احرار اسلام دینی انقلاب کی داعی ہے۔ دینی انقلاب --- دینی مزاج اور دینی ماحول پیدا کیے بغیر ممکن نہیں۔ ۱۹۲۹ء سے آج تک احرار نے بیسیوں تحریکوں کو جنم دیا اور پروان چڑھایا۔ احرار کی سب سے بڑی، مضبوط اور زندہ تحریک **تحریک ختم نبوت** ہے۔

⬤ --- پاکستان سے پہلے اور پاکستان کے بعد احرار نے سینکڑوں دینی ادارے قائم کیے جن سے اُمتِ مسلمہ میں دینی مزاج عام اور دینی قوتوں میں اضافہ ہوا۔ اکابر احرار نے ایک بات شدت سے محسوس کی کہ جب تک دینی ادارے بنیادی طور پر احرار کی نگرانی میں نہیں چلتے اس وقت تک صحیح پیدا ہونا مشکل امر ہے۔ لہٰذا ہم نے اُمت کے مسلمانوں کے تعاون سے اندرون و بیرون ملک دینی ادارے قائم کئے ہوئے ہیں جن کی مختصر تفصیل یوں ہے:

- مدرسہ معمورہ ---- مسجد بنی ہاشم، پاک گیٹ، جلال باقر روڈ ملتان۔ فون نمبر: ۵۱۱۹۶۱
- مدرسہ معمورہ ---- مسجد پور، تحصیل روڈ ملتان ----
- بستان عائشہ (برائے طالبات) ⬤ سادات اکیڈمی (برائے طلباء) دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
- مدرسہ محمودیہ معمورہ ---- ناگڑیاں ضلع گجرات ----
- مدرسہ ختم نبوت ---- مسجد احرار متصل ڈگری کالج ربوہ۔ فون نمبر: ۸۹۶ ----
- مدرسہ ختم نبوت ---- مسجد گودھا روڈ ربوہ ----
- دار العلوم ختم نبوت ---- چیچہ وطنی۔ فون نمبر: ۲۱۱۲ - ۲۹۵۳ ----
- احرار ختم نبوت سینٹر ---- چیچہ وطنی ----
- مدرسہ ابوبکر صدیق ---- تلہ گنگ ضلع چکوال ----
- مدرسۃ العلوم الاسلامیہ ⬤ مدرسۃ البنات۔ گوجرانوالہ موڑ۔ فون: ۱۴
- مدرسہ ختم نبوت ---- نواں چوک، گوجرانوالہ موڑ ----
- مدرسہ ختم نبوت ---- صادق آباد ضلع رحیم یار خان ----
- مدرسہ احرار اسلام ---- بستی شام دین، رحیم یار خان ----
- مدرسہ احرار اسلام ---- بستی گوڑی، حاصل پور ----

یہ ادارے سرگرم عمل ہیں، ان کے اخراجات اور آئندہ کے منصوبے، مسجد احرار ملتان، مدرسہ معمورہ کے بڑھتے ہوئے کام کے پیش نظر زمین کی خرید اور تعمیر نو۔ دفاتر کا قیام، بیرونی ممالک میں مبلغین کی تیناتی اور اداروں کا قیام، پچاس کتابوں کی اشاعت --- ان منصوبے کی تکمیل پر تقریباً تیس لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔ یہ تمام کام اُمتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعاون سے ہوگا۔ جو آپ ہی نے کرنا ہے۔

تعاون آپ کریں دُعا ہم کریں گے اور اجر اللہ پاک دیں گے --- آئیے۔ آگے بڑھئے اور اجر کمائیے

سید عطاء المحسن بخاری
دار بنی ہاشم ○ مہربان کالونی ○ ملتان
ترسیل زر کے لئے: اکاؤنٹ نمبر: ۹۹۳۲ حبیب بنک لمیٹڈ حسین آگاہی ملتان۔

توحید و ختم نبوت کے علمبردار و ایک ہو جاؤ۔

زیر اہتمام: تحریک تحفظ ختم نبوت، قائم شدہ: ۱۹۳۴

بانی: رئیس الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

سولھویں سالانہ دو روزہ

شہداء ختم نبوت کانفرنس

زیر سرپرستی: شیخ المشائخ حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ

زیر صدارت: مولانا عبد الحق چوہان مدظلہ

جامع مسجد احرار، ربوہ

۳۱ مارچ یکم اپریل ۱۹۹۴ جمعرات، جمعہ

خصوصی خطاب

قائد تحریک تحفظ ختم نبوت

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ

۳۱ مارچ، جمعرات، بعد از عشاء۔ مجلس مذاکرہ

یکم اپریل، قبل از نماز جمعہ تا عصر۔ علماء اور دانشوروں کے بیانات

نوٹ: نماز جمعہ حضرت مولانا خان محمد مدظلہ کی امامت میں ادا کی جائے گی

تحریک تحفظ ختم نبوت شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

رابطہ فون: ربوہ، ۸۸۶۔ ملتان، ۵۱۱۹۶۱ چیچہ وطنی، ۲۹۵۳، ۲۱۱۲